سرور الخاطر الفاتر

فی ندا

یا شیخ عبد القادر گو ہر رضی اللہ عنہ

از

مولانا سید احمد علی صاحب بٹالوی
رحمۃ اللہ علیہ

حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار، لاہور

سرور الخاطر الفاتر

فی ندا

یا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ

از

جناب مولانا حافظ سید احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

حامد اینڈ کمپنی مدینہ منزل ۳۸ اردو بازار لاہور

مولانا سید احمد علی شاہ بٹالوی قدس سرہ

(پروفیسر اسلامیہ کالج و خطیب شاہی مسجد لاہور)

مناظرِ اسلام، محققِ اہلِ سنت مولانا سید حافظ احمد علی شاہ بٹالوی حنفی نقشبندی چشتی نظامی کالہ افغاناں بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے ممتاز فضلاء و مشائخ سے اکتسابِ فیض کیا اور تبحرِ علمی میں معاصرین سے ممتاز ہوئے۔

بٹالہ میں قیام کے دوران مولوی محی الدین (غیر مقلد) کی کتاب "الظفر المبین" کے رد میں مشہور کتاب نصر المقلدین (جس میں منکرینِ تقلید کے اعتراضات کے مسکت جواب دئے تھے) تحریر فرمائی، اس کتاب کو علمی دنیا میں قبولیتِ عامہ کی سند حاصل ہوئی۔

۱۸۸۲ء/۱۲۹۹ھ میں آپ لاہور تشریف لائے، ان دنوں پادری پورن چند مدرس مشن سکول لاہور نے مخالفِ اسلام سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں، سادہ لوح مسلمان اس پادری کے ہاتھوں تنگ آچکے تھے، مولانا کو پتہ چلا تو میدان میں آگئے اور مناظرہ میں پادری پورن چند کو شکستِ فاش دی۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے عیسائی مبلغین کے خلاف تقاریر کا سلسلہ شروع کیا، آپ اکثر لوہاری دروازہ کے باہر تقریر کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ آپ نے "دعوۃ الحق" کے نام سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جس سے عوام و خواص خوب مستفیض ہوئے۔ لاہور کے علاوہ ملتان، راولپنڈی، گوجرانوالہ، انبالہ، بٹالہ اور امرتسر وغیرہ شہروں میں تبلیغ کے سلسلے میں تشریف لے جاتے اور عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع فرما دیتے۔

۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں عربی، فارسی اور دینیات کے پروفیسر مقرر ہوئے[1] قیامِ لاہور کے زمانہ میں مولانا حافظ مشتاق احمد انبیٹھوی کی کتاب ضابطہ در تحصیلِ رابطہ پر تکملہ لکھ کر تصورِ شیخ کے مسئلہ کو بڑی وضاحت سے پیش کیا۔ اس

---

[1] نقوش "لاہور نمبر"، ص: ۹۱۶

علمی بحث کو معاصرین صوفیا، اور علمائے تصوف نے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔

قیامِ لاہور کے دوران آپ کو بادشاہی مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا، خطابت کے فرائض کو بارہ سال تک نہایت خوبی سے نبھایا، یہ وہ دور تھا جب بگوی علماء کے آخری خطیب مولانا محمد شفیق بگوی اپنے وطن مالوف جا چکے تھے۔

حضرت مولانا پیر عبد الغفار شاہ قدس سرہ سے آپ کے بڑے گہرے روابط تھے اکثر اوقات انہی کے پاس گزارتے۔ ایک عرصہ تک نمازِ مغرب کے بعد مسلم شریف کا درس دیتے رہے جس سے لاہور کے بہت سے علماء مستفید ہوئے۔ حضرت پیر صاحب مرحوم و مغفور ہر ماہ کی گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو ختم شریف کرایا کرتے تھے، اس میں آپ کی تقریر ضرور ہوا کرتی تھی، ہر سال میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر سیرتِ طیبہ پر خطاب فرمایا کرتے تھے اور پیر صاحب آپ کی عزت افزائی کے طور پر آپ کی دستار بندی فرمایا کرتے تھے، علم و عرفان کی ان مجالس میں آپ کے علاوہ مولانا علامہ اصغر علی روحی اور مولانا نور بخش توکلی، پروفیسر گورنمنٹ کالج ایسے صوفی منش اور صاحبِ دل حضرات بھی شرکت کیا کرتے تھے، درسِ حدیث کی شہرت کی بنا پر آپ مدرسہ غوثیہ لاہور کے شیخ الحدیث کہلائے۔

۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء میں جمعیۃ الاحناف امرتسر قائم کی گئی تو اس کی مجلسِ منتظمہ میں مولانا سید احمد علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی بحیثیت رکن شامل تھے۔ آپ نے عقائدِ اہلِ سنت کی ترویج و اشاعت اور غیر مقلد علماء کے کھلے دلائل کی تردید میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ معاصر علماء آپ کے کمالِ علم کے معترف تھے، ذیل میں آپ کی تصنیف نصر المقلدین پر مولانا عبد العلی آسی مدراسی کی منظوم تقریظ کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن سے معاصرین کی نگاہ میں آپ کی فضیلتِ علمی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ؎

احمد علی چو سیفِ قلم را علم نبود | دادہ شکستِ فاش، ظفر را بہ نصرِ دیں
گر دعوائے مناظرہ دارد باو کسے | ناوک ہمیں، نشانہ ہمیں، معرکہ ہمیں
نحریر در دلائل و تفسیر در اصول | ہر سیف در ادائی و غطریف در یقیں

علامۂ علومِ کتاب وحدیث و فقہ — فہامۂ فہومِ اصول وفروعِ دیں

دہا بیاں نمود چوں بادے مناظرہ

عاجز شدہ گریختہ از ہند تابہ چیں

آپ شاعری میں علی تخلص فرمایا کرتے تھے، افسوس کہ آپ کا کلام نہیں مل سکا۔ آپ نے تراجم وتصانیف کا کافی ذخیرہ یادگار چھوڑا جسے اہلِ علم نے وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور بڑا استفادہ کیا۔ تراجم وتصانیف کے نام یہ ہیں :۔

تراجم :۔

۱۔ نفحات الانس از مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ تحفۃ القلوب وہدایۃ الارواح از شیخ عثمان جالندھری

۳۔ مشکوٰۃ الانوار از امامِ غزالی قدس سرہ

۴۔ رسالہ حق نما از شہزادہ داراشکوہ

۵۔ بہجۃ الاسرار ومعدن الاسرار از شیخ نورالدین ابی الحسن بن یوسف شافعی

۶۔ شفاء شریف ، قاضی عیاض قدس سرہ

تصانیف :۔

۱۔ سرور الخاطر الفاتر فی ندا یاشیخ سید عبدالقادر ۔ ۲۔ نصر المقلدین

۳۔ نور الشمع فی ظہر الجمعہ (حضرت پیر عبدالغفار شاہ خطیب تکیہ سادھواں کے ایماء پر لکھی گئی اور انہی کے زیرِ اہتمام چھپی)

آپ نے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں وفات پائی

آپ کے صاحبزادے حافظ بختیار علی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں فوت ہوئے، ان کے علاوہ اولاد کا پتہ نہیں چل سکا۔ حضرت مولانا سید احمد علی شاہ قدس سرہ کی نمازِ جنازہ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ الوری قدس سرہ نے پڑھائی، مزارِ مبارک میانی لاہور کے قبرستان میں ہے [1]

---

[1] اقبال احمد فاروقی ، پیرزادہ : تذکرہ علمائے اہلِ سنت وجماعت لاہور ، ص ۲۵۸ ، ۲۶۲۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ محمد وآلہ وصحبہ اما بعد

کمترین خاکپائے درویشاں زلہ ربائے عالماں حاجی احمد علی عفا عنہ الولی حنفی چشتی قادری بٹالوی لاہوری عرض پرداز ہے کہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے ہر ایک مخلوق اپنے وجود و عدم میں اسباب سے وابستہ ہے ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا۔ ہم چلنے کے لیے پاؤں سے پکڑنے کے لیے ہاتھ سے لکھنے کے لیے قلم سے۔ دیکھنے کے لیے آنکھ سے سننے کے لیے کان سے۔ سونگھنے کے لیے ناک سے۔ چکھنے کے لیے زبان سے مدد لیتے ہیں۔ دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لیے کہیں دنیاداروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے۔ کہیں بزرگان دین سے دعا سے مدد لی جاتی ہے۔ اور ان سب امور کو نہ کوئی شرک کہتا ہے نہ گناہ بلکہ سب اس کے قائل ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ اگر ایسی استمداد کسی بزرگ سے غائبانہ بحالت حیات یا بعد از ممات کی جائے تو اس کو شرک کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر متعصبین متقدعین زمانہ اپنے اکابر کی اندھی تقلید کی وجہ سے بزرگان دین اور اولیاء کاملین سے غائبانہ حیات کی حالت میں اور ممات کی صورت میں حاضرانہ و غائبانہ مدد مانگنے اور خصوصاً وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ پڑھنے کو شرک کہتے ہیں اور عام مسلمانوں کو سختی سے روکتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز کہتے ہیں اس سے ان کے عقائد میں فرق آتا ہے اور وہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں

اور راہ راست سے بہک جاتے ہیں کیونکہ صحابہ کبار سے لے کر سلف و خلف تک اکابر مشائخ و علماء کبار استمداد مذکور کے قائل چلے آئے ہیں اس بارہ میں اگرچہ علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے رسائل عمدہ عمدہ لکھے ہیں اور دندان شکن جواب دیے ہیں مگر ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست احقر نے بھی اس میں ایک رسالہ لکھا ہے جو کہ کئی اجزا میں ہے۔ مگر حسب ایماء مکرمی و معظمی خادم و حامی درود شریف پیر عبد الغفار صاحب قادری مہتمم مدرسہ غوثیہ عالیہ لاہور مسجد سادھواں ——— عم فیضہم ناظم مدرسہ اسلامیہ امام مسجد سادھواں لاہور بالفعل مسئلہ یا شیخ کی نسبت مختصر طور پر چند اوراق میں لکھا گیا۔ امید ہے کہ جو حضرات اس سے فائدہ اٹھائیں احقر کو دعا خیر سے یاد فرمائیں۔ عربی عبارت پر اعراب لگایا گیا اور ترجمہ کیا گیا۔ فارسی عبارت کا ترجمہ درج کر دیا تاکہ عام فہم ہو۔ و باللہ التوفیق۔

واضح ہو کہ بزرگان دین سے بالخصوص ان اولیائے کرام سے جن کا تصرف مشہور ہے اہل السنۃ والجماعۃ کے جمہور علماء کے نزدیک استمداد جائز بلکہ معمول ہے علی ہذا وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا پڑھنا بھی جائز اور مشائخ قادریہ وغیرہ کا معمول بہا ہے۔ اس میں ان امور کی تنقیح و توضیح ضروری ہے۔

۱۔ کیا کوئی شخص اللہ تعالے کی جناب میں وسیلہ ہو سکتا ہے اور بحق فلاں کہنا جائز ہے۔

۲۔ کیا اولیاء اللہ دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں۔

۳۔ سننے کی صورت میں مدد کر سکتے ہیں۔

۴۔ زندگی اور ممات کی دونوں حالتیں یکساں ہیں۔ سوال کا جواب اثبات میں ہے اور اس پر دلائل شرعیہ نقلیہ تحقیقیہ الزامیہ فلسفیہ عقلیہ موجود ہیں جن کا مختصر طور پر ہم ذکر کرتے ہیں وھو الموفق۔

پہلی دلیل اللہ تعالے نے فرمایا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ

وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ یعنی اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور اس کی طرف پہنچنے کو وسیلہ کی تلاش کرو۔

ہم اس کی تفسیر ایک ایسے عالم سے لکھتے ہیں کہ جس کو منکرین مانتے ہیں۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب منصب امامت میں لکھتے ہیں۔ وسیلہ سے وہ شخص مراد ہے کہ مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہو انتہیٰ سو وہ نہیں مگر ذوات قدسیہ انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام رضی اللہ عنہم۔

دوسری دلیل فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ الآیۃ یعنی پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھے پھر اس کی طرف رجوع کیا (مہربانی کی) کیونکہ وہ بلاشبہ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔ اس کی تفسیر حدیث میں ہے درمنثور میں ہے اَخْرَجَ ابْنُ النَّجَّارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَلِمَاتِ الَّتِىْ تَلَقَّاهَا اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ فَتَابَ عَلَيْهِ قَالَ سَاَلَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ اَنْ تَتُبْ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سے کلمات اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتلاتے تھے کہ وہ ان کے حال کی طرف متوجہ ہوئے اور توبہ قبول کی۔ فرمایا کہ یہ سوال کیا تھا کہ بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور علی و فاطمہ و حسن رضی اللہ عنہم میری توبہ قبول کر تب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ انتہیٰ۔ دوسری حدیث دیلمی نے مسند فردوس میں لکھی ہے اس میں بھی یہی مضمون ہے۔

بہرحال اس حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کی آل کے ساتھ بھی جو کہ اولیاء اللہ سے تھے توسل جائز بلکہ موجب کامیابی مقاصد ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ خود اللہ تعالےٰ نے یہ کلمات سکھائے۔ علی ہذا طبرانی اور حاکم ابو نعیم و بیہقی نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔

تیسری دلیل ۔حدیث قدسی میں ہے ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ رَوَاهُ الْبُخَارِیْ کَمَا فِی الْمِشْکٰوةِ ۔
یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں اجازت دیتا ہوں کہ وہ مجھ سے جنگ کرے اور میرے بندہ نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتی کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں ۔ اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں آخر حدیث تک ۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ۔ اسی طرح مشکوٰۃ میں ہے ۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ قرب فرائض اور قرب نوافل کے مدارج طے کر لیتا ہے تو وہ خدا کا دوست بن جاتا ہے جس کو ولی کہتے ہیں تو پھر اس کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس کے کان خدائی کان بن جاتے ہیں یعنی اس کی قوت سامعہ اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ خدا کی قوت سامعہ کا مظہر ہو جاتی ہے جس طرح خدا کی سمع قریب و بعید سب جگہ سے سنتی ہے اسی طرح ولی کی قوت سامعہ قریب و بعید سے برابر سنتی ہے ۔اس کی آنکھ میں وہ قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ

اس کو خدائی آنکھ کہہ سکتے ہیں یعنی دور و نزدیک سے دیکھتی ہے اس کے ہاتھوں میں وہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ خدائی ہاتھ ہو جاتے ہیں یعنی دور و نزدیک سے جس چیز کو چاہے پکڑ لیتا ہے اس کے پاؤں خدائی پاؤں بن جاتے ہیں یعنی جہاں چاہے ایک ہی آن میں پہنچ سکتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے وَفُؤَادَهُ الَّذِی یَعْقِلُ بِهٖ وَلِسَانَهُ الَّذِی یَتَکَلَّمُ بِهٖ ۔ یعنی اس کا دل میں بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے۔ اس کی زبان میری زبان بن جاتی ہے جس سے وہ کلام کرتا ہے۔

مطلب یہ کہ اس کے دل میں وہی باتیں آتی ہیں جو خدا کے ارادہ میں ہوتی ہیں اور اس کی زبان سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو کہ خدا کی باتیں ہوتی ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ‏ ‏ ‏ ‏ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

جب یہ امر ثابت ہوا تو اب اگر کوئی شخص ایسے ولی اللہ کو پکارے جو اس صفت سے موصوف ہے تو بالضرور وہ دور سے سن لے گا اور دیکھے گا اس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ اس کی تصدیق ہزارہا واقعات سے ہوتی ہے کہ وہ ایک آن میں دور دور مقامات سے سنتے اور دیکھتے اور مدد کرتے ہیں۔

چوتھی دلیل۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِفُ عَلٰی عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ حَاجَةٍ لَهٗ فَکَانَ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْهِ وَلَا یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِهٖ فَلَقِیَ ابْنَ حُنَیْفٍ فَشَکَا ذٰلِكَ اِلَیْهِ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ ابْنُ حُنَیْفٍ اِیْتِ الْمِیْضَاةَ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ اَئْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ لِیَقْضِیْ حَاجَتِیْ وَتَذْکُرُ حَاجَتَكَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ فَصَنَعَ مَا قَالَ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ

فَجَاءَهُ الْبَوَّابُ حَتّٰى أَخَذَ بِيَدِهٖ فَأَدْخَلَهُ عَلٰى عُثْمَانَ فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى الطِّنْفَسَةِ فَقَالَ مَا حَاجَتُكَ فَذَكَرَ حَاجَتَهُ وَقَضَاهَا لَهُ ثُمَّ قَالَ مَا ذَكَرْتُ حَاجَتَكَ حَتّٰى كَانَ السَّاعَةُ وَقَالَ مَا كَانَتْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَاذْكُرْهَا ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَقِيَ ابْنَ حُنَيْفٍ فَقَالَ لَهُ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا مَا كَانَ يَنْظُرُ فِي حَاجَتِي وَلَا يَلْتَفِتُ إِلٰى حَاجَتِي فَكَلَّمْتَهُ فِيَّ فَقَالَ ابْنُ حُنَيْفٍ وَاللّٰهِ مَا كَلَّمْتُهُ وَلٰكِنِّي شَهِدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتَاهُ ضَرِيرٌ فَشَكٰى إِلَيْهِ ذَهَابَ بَصَرِهٖ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَتَصْبِرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَيْسَ لِي قَائِدٌ وَقَدْ شَقَّ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتِ الْمِيضَاةَ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ادْعُ بِهٰذِهِ الدَّعَوَاتِ فَقَالَ ابْنُ حُنَيْفٍ فَوَاللّٰهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَطَالَ بِنَا الْحَدِيثُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْنَا الرَّجُلُ كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ ضُرٌّ قَطُّ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ

یعنی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی ضرورت کے لیے آیا کرتا تھا مگر آپ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے اور نہ غور کرتے تھے پھر وہ ابن حنیف (یعنی مجھ) سے ملا اور اس امر کی شکایت کی۔ اس کو عثمان بن حنیف نے کہا کہ تو وضو خانہ میں جا اور وضو کر پھر مسجد میں جا دو رکعت نماز پڑھ اور یہ دعا مانگ کہ خداوندا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف بوسیلہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے توجہ کرتا ہوں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے ذریعہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے اور اپنی حاجت کو بیان کر تب وہ شخص چلا گیا اور جیسا انہوں نے فرمایا تھا اسی طرح کیا پھر عثمان بن عفان کے دروازہ پہ گیا۔ آپ کا دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اُن کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے اس کو اپنے ساتھ فرش پر بٹھالیا اور فرمایا تمہارا کیا کام ہے اس نے اپنا کام بتلایا آپ نے وہ پورا کر دیا اور فرمایا کہ میں تمہارے کام کو بھول گیا تھا اسی وقت یاد آیا اور آئندہ جو تمہاری ضرورت ہوا کرے بیان کیا کرو پھر وہ شخص آپ کے پاس سے نکلا اور ابن حنیف سے ملا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے وہ تو میری ضرورت کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے

حتی کہ آپ نے میرے بارہ میں سفارش کی ابن حنیف نے فرمایا کہ واللہ میں نے تو ان سے کوئی بات نہیں کی لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ تنے میں ایک نابینا حاضر ہوا اس نے اپنی آنکھوں کے نابینا ہونے کی شکایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا (یہی چاہیے) یا کہ صبر کرتا ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس کوئی مجھ کو لے جانے والا نہیں اس لیے مجھے بڑی مشکل پڑتی ہے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کے مقام پر جا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعا مانگ (جس کا اوپر ذکر ہوا) ابن حنیف فرماتے ہیں کہ واللہ ہم (وہاں سے ابھی) الگ نہ ہوئے تھے اور نہ دیر تک ہمیں باتیں کرتے ہوا کہ اتنے میں وہ نابینا ہمارے پاس اس طرح آیا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ تھی یعنی وہ بینا ہو گیا اس کو بیہقی اور طبرانی نے کبیر میں مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ایک تو توسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عین حیات ثابت ہوا جو بلفظ یا محمد ہے۔ دوم حضور کے انتقال کے بعد ایک صحابی نے دوسرے شخص کو یہی دعا سکھائی اور صحابی نے اس کو قضائے حاجت کے لیے مجرب پایا اسی لیے محدثین نے اس حدیث کو قضائے حاجت میں بیان کیا ہے اور حصن حصین میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

پانچویں دلیل شفاء قاضی عیاض میں ہے۔ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُہٗ فَقِیْلَ لَہٗ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ یَزُلْ عَنْکَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاہُ فَانْتَشَرَتْ انتہی یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا ان سے کہا گیا کہ آپ ایسے شخص کو یاد کریں جو کہ لوگوں میں آپ کے نزدیک بڑھ کر محبوب ہے تو یہ مرض جاتا رہے گا آپ چلائے اور کہا یا محمداہ پھر ان کا پاؤں کھل گیا۔ انتہی۔

اس پہ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ وَکَاَنَّہٗ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَصَدَ اِظْهَارَ الْمَحَبَّةِ فِیْ ضِمْنِ الْاِسْتِغَاثَةِ یعنی گویا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے استغاثہ کے ضمن میں

اظہار محبت کیا۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء میں لکھتے ہیں وَقَدْ رُوِیَ مِثْلُہٗ لِابْنِ عَبَّاسٍ وَ ذَکَرَہُ النَّوَوِیُّ فِیْ اَذْکَارِہٖ وَرُوِیَ اَیْضًا عَنْ غَیْرِھِمَا وَھٰذِہٖ مِمَّا تَعَاھَدَہٗ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ۔ انتھی یعنی اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے اس کو امام نووی نے اذکار میں ذکر کیا ہے اور ان دونوں کے سوا بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ استغاثہ ہے کہ جس کے مدینہ شریف کے لوگ عادی ہیں۔

چھٹی دلیل۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا دستور تھا کہ وہ عین لڑائی کے وقت یوں پکارا کرتے تھے۔ یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ چنانچہ فتوح الشام میں کعب بن حمزہ سے منقول ہے کہ وہ عین لڑائی کے وقت یوں کہتے تھے یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اِنْزِلْ یعنی اے محمد اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے خدا کی مدد نازل ہو۔ صحابہ کبار کے بعد ہر طبقہ کے افراد سے استغاثہ بجناب مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ثابت ہے بعض کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

ساتویں دلیل۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں۔ احمد بن محمد صوفی کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن خستہ ہو گیا تھا۔ مدینہ شریف میں آیا اور روضہ شریف پہ حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین پر سلام عرض کیا اور سو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں احمد آئے ہو۔ کیا حال ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھوکا ہوں اور میں آپ کا مہمان ہوں۔ حضور نے فرمایا ہاتھ کھولو۔ میں نے کھولا تو چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیے۔ جب میں جاگا تو وہ درہم میرے ہاتھ میں تھے بازار کو گیا۔ روٹی اور فالودہ خریدا اور کھا کر پھر جنگل کو چلا گیا۔ اس قسم کی چند حکایات لکھی ہیں۔

آٹھویں دلیل میں شیخ ابن قیم نے جو کہ شیخ ابن تیمیہ کا شاگرد ہے (اور منکرین ان ہر دو کو بڑا مستند سمجھتے ہیں) اپنی کتاب الکبائر فی السنۃ والبدعۃ میں بدعت، رفض

میں شیخ دمشقی سے بڑے افتخار کے ساتھ روایت کی ہے۔ شیخ دمشقی کہتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں تھے ایک روز رباعی سے کر آٹا خریدنے گئے بیٹے نے رباعی سے کہ مجھ سے کہا کہ شیخین پر لعنت کرے گا تو آٹا دوں گا میں نے کہا یہ تو نہ ہو گا اس نے کئی بار ایسا ہی کہا اور ہنستا رہا میں نے کہا خدا اس پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے اس پر اس نے میری آنکھ پر ایسا گھونسا مارا کہ آنکھیں بہہ کر رخسار پر آ گئیں۔ یہ کیفیت میں نے ایک دوست سے کہی پھر حجرہ مبارک کے سامنے گیا اور عرض کی یا رسول اللہ میں مظلوم ہوں فریادی آیا ہوں میرے درد کو پہنچیے۔ رات کو سو گیا صبح کو اٹھا تو دونوں آنکھیں درست تھیں۔ پھر دوسرے سال جو اس مقام پر پہنچا تو وہ بیٹا مجھے دیکھ کر مع جورو بچوں کے ایمان لایا انتہی۔

ناطویں دلیل۔ شیخ شرف الدین بوصیری کی نسبت بعض شراح قصیدہ بردہ نے لکھا ہے کہ بوصیری پر اتفاقاً جنگل میں فالج گرا ان کے پاس اس وقت کوئی رفیق نہ تھا تب شیخ نے اسی حالت میں یہ قصیدہ کہا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِي مَنْ أَلُوذُ بِهٖ — سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

یعنی اے بزرگترین مخلوق کے میرے سیے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کون ہے جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا اور قصیدہ ختم ہوا تو سو گئے خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور ان کے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرتے ہیں، جب جاگے تو اپنے آپ کو تندرست پایا۔

دسویں دلیل۔ درود مستغاث جس کو تمام اہل سلسلہ کے مشائخ خود پڑھتے اور مریدین کو پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اس میں بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اَلْمُسْتَغَاثُ اِلٰی حَضْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی ہے۔ اس میں یہ ندائیہ کلمہ يَا رَسُوْلَ الثَّقَلَيْنِ اَنْتَ حَقٌّ مُنِيْبُ اللّٰهِ بھی ہے جو تین دفعہ پڑھا جاتا ہے۔ یعنی اے رسول جن وانس

ا۔ ایک سکہ ہوتا ہے جو عرب میں مروج تھا ۱۲ منہ

آپ ہماری فریاد رسی کریں آپ سچے خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ۔ اب ہم بعض ان علماء سے استناد کرتے ہیں جو کہ منکرین کے مستند اور مسلم ہیں اور یہ الزامی دلائل ہیں ۔

دلیل اول ۔ مولوی محمد قاسم صاحب ناظم مدرسہ دیوبند مرحوم جن کو قاسم العلوم اور بڑے بڑے القاب دیے جاتے ہیں اور فی الواقع مخالفین اسلام کے لیے ایک زبردست اسلامی طاقت ثابت ہوئے تھے وہ اپنے قصائد قاسمیہ مطبوعہ مراد آباد کے صفحہ ۸ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں استمداد کرتے ہیں ؎

اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی ۔۔۔ تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام ۔۔۔ کرے گا یا نبی اللہ کیا میری یہ پکار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا ۔۔۔ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

ذرا آخر شعر کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیا کہہ رہے ہیں ۔

دلیل دوم ۔ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ مہاجر مکہ جو کہ مولوی قاسم صاحب و مولوی رشید احمد صاحب و مولوی اشرف علی صاحب وغیرہم دیوبندی علماء کے بالخصوص پیر و مرشد ہیں جن کی بے حد تعریف کرتے ہیں وہ جب ہندوستان واپس آئے تھے تو انھوں نے ایک قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں یوں عرض کیا تھا ؎

گرچہ ہوں نہ قابل واں کے پر امید ہے تم سے ۔۔۔ کہ پھر مجھ کو مدینہ میں بلا ؤ یا رسول اللہ
طرح گرداب غم ہیں ناخدا ہو کہ ۔۔۔ میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یا رسول اللہ
ہو چکا ہوں میں ۔۔۔ بس اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں ۔۔۔ بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو ۔۔۔ بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

علاوہ اس کے دیگر علماء فضلاء سلف و خلف سے استغاثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بکثرت ثابت ہے جس کا ذکر موجب طول ہو گا ۔ جیسے مولانا جامی

عرض کرتے ہیں ؎

زمہجوری بر آمد جان عالم × ترحم یا نبی اللہ ترحم ، وغیرہ وغیرہ۔

تیسری دلیل ، مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی جو کہ دیوبندیوں اور غیر مقلدین کے مستند امام و پیشوا ہیں اپنے پیر و مرشد سید احمد صاحب بریلوی کے حالات میں صراط مستقیم میں لکھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حضرت الیشاں (سید صاحب) کو تینوں طریقوں یعنی قادریہ، چشتیہ نقشبندیہ کی نسبت شروع سے حاصل تھی۔

قادریہ اور نقشبندیہ کی نسبت کا یوں بیان ہے کہ آنجناب (شاہ عبدالعزیز رح محدث دہلوی) کی بیعت کی برکت اور توجہات سے جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہما کی روحیں حضرت سید صاحب کے حال کی طرف متوجہ رہیں قریباً ایک مہینہ تک دونوں مقدس روحوں کے درمیان کسی قدر تنازع رہا کیونکہ ہر دو روحیں چاہتی تھیں کہ سید صاحب کو اپنی طرف پورے طور پر کھینچیں حتیٰ کہ کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اس پر صلح ہوئی کہ دونوں مقدس روحیں ان پر ظاہر ہوئیں اور قریباً ایک پہر تک دونوں اماموں نے حضرت سید صاحب کے نفس نفیس پر قوی توجہ اور زور آور تاثیر فرمائی حتیٰ کہ ایک پہر میں دونوں طریقوں کی نسبت حضرت الیشاں (سید صاحب) کے حصہ میں آئی انتہی۔

یہاں پر ہم منکرین سے دریافت کیے بغیر نہیں رہ سکتے ——— مستند عالم بھی حضرت محبوب سبحانی کو غوث الثقلین لکھتے ہیں یعنی جنوں اور انسانوں کے فریاد رس اور حضرت غوث کے انتقال کے زمانہ دراز کے بعد بھی ان کا یہ لقب برقرار رکھنا اس امر پر حجت قاطعہ ہے کہ آپ اس حالت میں بھی قریب و بعید سے لوگوں کی فریادیں سنتے اور مدد کرتے ہیں ورنہ یہ لقب بمعنی ہوگا۔ چنانچہ یہ واقع خود اس پر شاہد عدل ہے۔

اب فرمایئے کہ حضرت غوث الاعظم اور خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کو کیونکہ معلوم ہو گیا کہ بریلی میں ایک بزرگ سید احمد نام کے ہیں چلو ان کو جا کہ باطنی فیض دیں۔ دو صورتیں ہیں یا تو سید صاحب نے خود فریاد کی اور توجہ چاہی اور ظاہر یہی ہے جیسا کہ دوسری نسبت چشتیہ کی روایت سے ظاہر ہے جو آتی ہے اور یا بدون توجہ اور فریاد کرنے کے یہ بات حاصل ہوئی۔ پہلی صورت میں مدعا حاصل ہے کہ سید صاحب نے ان دونوں حضرات سے فریاد کی وہ بھی دور دراز مقام سے۔ اور دوسری صورت میں ان حضرات کا تصرف اور وسعت علم غیب و امداد ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہ ارواح کاملین کو نفوس قدسیہ کی طرف خود توجہ ہوتی ہے۔ اور یہ پہلی صورت سے بھی بڑھ کر ہے۔ بہر حال امداد روحانی ثابت ہے۔

اور چشتیہ نسبت کا حصول اس طرح لکھا ہے کہ چشتیہ نسبت کا بیان یوں ہے کہ ایک دن حضرت ایشاں حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز کے مزار منورہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے مزار مبارک پر مراقب بیٹھے۔ اس اثنا میں آپ کی روح پر فتوح کی ملاقات ہوئی اور حضرت قطب صاحب نے حضرت ایشاں پر قوی توجہ فرمائی کہ جس سے نسبت چشتیہ ابتدائی حاصل ہوئی۔ انتہی۔

چوتھی دلیل۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی نے جواہر خمسہ کی اجازت حضرت مولانا ابو طاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری سے لی۔ چنانچہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں کہ اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی سے خرقہ پہنا انہوں نے ان تمام عملوں کی جو کہ جواہر خمسہ میں ہیں اجازت دی ان کو اپنے باپ شیخ ابراہیم کردی سے اجازت ملی ان کو شیخ احمد شناوی سے ان کو سید صبغۃ اللہ سے ان کو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث گوالیاری سے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس خرقہ کو شیخ ابو طاہر نے شیخ احمد نخلی سے اپنی سند سے آخر تک بیان کیا اور یہ بھی کہ فقیر حج کے سفر میں جب لاہور پہنچا اور شیخ محمد سعید لاہوری کے ہاتھ چومنے کی نوبت آئی تو انہوں نے دعاء سیفی کی اجازت دی بلکہ جواہر خمسہ کے تمام

عملیات کی اجازت دی اور اپنی سند بیان کی اور یہ اس زمانہ میں طریقہ احسنیہ اور شطاریہ کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اور جب کسی کو اجازت دیتے تو اس کو دعوت میں رجعت نہ ہوتی تھی رحمۃ اللہ تعالےٰ شیخ معمر ثقہ حاجی محمد سعید لاہوری فرماتے ہیں کہ میں نے طریقہ شاریہ اور اعمال جواہر خمسہ سیفی وغیرہ شیخ محمد اشرف لاہوری سے انہوں نے شیخ عبد المالک بایزید ثانی سے انہوں نے شیخ وجیہ الدین گجراتی سے وہ شیخ محمد غوث گوالیاری سے لیا ہے انتہی۔

یہ ہم نے اس لیے بیان کیا کہ جواہر خمسہ معتبر کتاب ہے اور شاہ ولی اللہ جیسے محدث اس کی اجازت لیتے ہیں۔ اب اس میں دیکھیے کیا لکھا ہے۔ ہم بتاتے ہیں۔ نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھے وہ یہ ہے نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَّغَمٍّ سَيَنْجَلِي بِوِلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ یعنی پکار علی رضی اللہ عنہ کو جو کہ عجائب امور کے مظہر ہیں تم ان کو مصیبتوں میں اپنے لیے مددگار پاؤ گے ہر ایک فکر اور غم اے علی اے علی آپ کی ولایت کی برکت سے عنقریب جاتا رہے گا۔ کوئی ان منکرین سے پوچھے کہ یہ وظیفہ شرک ہے یا نہیں ذرا سوچ کر جواب دیں۔

دلیل پنجم۔ اب ہم غیر مقلدین کے پیشوا اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو پیش کرتے ہیں وہ اپنے قصیدہ عنبریہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں استغاثہ کرتے ہیں ؎

مَالِي وَرَاءَكَ مُسْتَغَاثٌ فَارْحَمَنْ   يَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ بُكَائِي

یعنی میرے لیے حضور کے سوا کوئی فریاد رس نہیں ہے پس اے رحمۃ للعالمین میرے رونے پر رحم فرمائیے۔

چھٹی دلیل اور سنیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی غیر مقلد بوجہ اشتیاق فریاد کرے تو تعجب نہیں تعجب تو یہ ہے کہ باوجود اولیاء کرام سے استغاثہ کے انکار کے قاضی شوکانی کے ایسے دلدادہ ہیں کہ ان کے مرنے کے مدت دراز

بعد ان سے مدد مانگتے ہیں چنانچہ دیوان نفح الطیب میں فرماتے ہیں ؎

زمرہ ہائے درا فتادہ بار باب سنن ۔۔۔ شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

مولانا مولوی محمد عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی کے جوابات سے تنگ آ کر قاضی صاحب کے روح سے مدد مانگتے ہیں جو خود منکر مدد تھے پھر ان سے مدد کی توقع معلوم۔ اس کے جواب میں مولانا لکھنوی موصوف ابراز الغی میں لکھتے ہیں فَمَنِ الَّذِیْ حَرَّمَ الْاِسْتِمْدَادَ بِالْغَوْثِ الصَّمَدَانِیِّ وَالرَّسُوْلِ الرَّبَّانِیِّ وَاَحَلَّ الْاِسْتِمْدَادَ بِالشَّوْکَانِیِّ۔ یعنی نواب موصوف پر اعتراض کرتے ہیں کہ جو شخص غوث صمدانی اور رسول ربانی صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد کو تو حرام جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال جانتا ہے وہ کون ہوا۔

ساتویں دلیل۔ اور سنیے یہی نواب صاحب تحفۃ النبلاء کے صفحہ ۳۷ میں اس حدیث کے ذیل میں جس کو طبرانی نے مرفوعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب تمہارا کوئی جانور گم ہو جائے یا کوئی مدد مانگنے کا ارادہ کرے جہاں کوئی غمخوار نہ ہو تو یوں کہے۔ عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یعنی اے خدا کے بندو میری مدد کرو اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔

یہ کہتے ہیں کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے اور اس کو مجرب پایا ہے ۱۲۷۵ھ میں ایک دفعہ میں شہر مزار پور سے جبل پور کے راستہ سے بھوپال کو آ رہا تھا بارش کا موسم تھا۔ راستہ میں ایک سیلاب کے مقام پر پہنچا ندی طغیانی پر تھی میں نے اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہوگا اس میں گھوڑا ڈال دیا گھوڑے کا ڈالنا تھا کہ اور سیلاب آ کر طغیانی شروع ہوئی قریب تھا کہ ہم سب ڈوب جائیں میں نے گھوڑے پر سے اپنے آپ کو پانی میں ڈال دیا۔ پانی سواری کو بہائے گیا اور میں نے تین دفعہ باواز بلند کہا یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ میرا یہ کہنا تھا کہ سواری ایک اونچے پتھر پر ٹھہر گئی اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے عام فضل سے اس بلا سے نجات دی انتہی۔

اس حکایت سے دو امر ثابت ہوئے ایک تو حدیث سے دلیل۔ دوم اس کا تجربہ اور عباد اللہ یقیناً غیر اللہ ہیں۔ اب وہ خواہ ملائکہ ہوں یا رجال الغیب یا از قسم جن بہر حال وہ منکرین کے زعم کے موافق حاضر ناظر نہیں پھر وہ سب جگہ مدد کیسی کرتے ہیں۔

اب ہم یہاں پر بعض اولیاء کرام رح سے استمداد اور ان کا تصرف و مدد کرنا نقل کرتے ہیں خصوصاً حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے جن کو عام طور پر مسلمان یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہہ کر پکارتے ہیں۔

دلیل اول۔ بہجۃ الاسرار میں جو نہایت معتبر کتاب ہے جس کو اکابر علماء محدثین نے مستند مانا ہے جیسے شیخ شہاب الدین قسطلانی امام عبد اللہ یافعی شیخ عبد الحق محدث دہلوی و صاحب حصن حصین وغیرہم رح اور اس کتاب کے مصنف علامہ امام اجل شیخ نور الدین لخمی شافعی رح کی نسبت سب نے یہ الفاظ لکھے ہیں اَلْاِمَامُ الْفَقِیْهُ الْعَالِمُ الْمُقْرِئُ۔ یعنی وہ امام فقیہ عالم قاری ہیں اور اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے بطریق محدثانہ اس کی روایات کو درج کیا ہے بلکہ کتب حدیث سے بڑھ کر اس میں اکثر یہ التزام کیا ہے کہ ہر روایت میں نے فلاں شہر فلاں سال فلاں تاریخ میں سنی ہے جس سے کتب حدیث خالی ہیں۔ اس کے صفحہ ۶۷ میں ہے عربی کا ترجمہ اختصار کے لیے لکھا جاتا ہے۔

خبر دی ہم کو ابو العفاف موسیٰ بن شیخ عارف ابو المعالی عثمان بن موسیٰ بقائی نے قاہرہ میں ۶۳۳ھ میں کہا خبر دی ہم نے میرے باپ نے دمشق میں ۶۱۴ھ میں کہا خبر دی ہم کو دو شیخوں شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبد الحق حریمی نے بغداد میں ۵۹۹ھ میں ان دونوں نے کہا کہ ہم اپنے شیخ شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کے سامنے مدرسہ میں بروز اتوار ۳ صفر ۵۵۵ھ میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کھڑے ہوئے اور اپنی کھڑاؤں میں وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی جب سلام پھیر چکے تو سخت چلائے اور اپنی کھڑاؤں کو لے کر ہوا میں پھینک دیا وہ ہماری آنکھوں

سے غائب ہو گئی۔ پھر آپ دوبارہ چلائے اور دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا وہ بھی ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئی پھر آپ بیٹھ گئے اور کسی کو آپ سے پوچھنے کی جراءت نہ ہوئی تینتیس (۳۳) دن کے بعد بلاد عجم سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے ہم نے حضرت سے اجازت مانگی تو فرمایا کہ ان لوگوں سے نذر لے لو انہوں نے ایک سیر ریشم اور ریشمی کپڑے اور سونا اور شیخ کی وہ کھڑائیں جو آپ نے اس روز پھینکی تھیں لاکر دے دیں ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں انہوں نے کہا کہ ہم بروز اتوار ۳ صفر کو چلے جا رہے تھے کہ اتنے میں ہم پر عرب کے لوگ کود پڑے جن کے دو سردار تھے وہ ہمارا سب مال لوٹ کر لے گئے اور بعض آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جنگل میں اتر کر مال تقسیم کرنے لگے ہم بھی جنگل کے ایک گوشہ میں اتر پڑے پھر ہم نے کہا کہ اگر اس وقت ہم حضرت شیخ عبدالقادر .. کو یاد کریں تو بہتر ہو اور اپنے مالوں میں سے آپ کے لیے کچھ نذر مانی کہ اگر ہم صحیح سلامت رہے تو ادا کر دیں گے ہم شیخ کو یاد کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں دو سخت آوازیں ایسی سنیں کہ جن سے جنگل گونج اٹھا اور ان لوگوں کو دیکھا کہ خوف زدہ ہو گئے ہیں ہم نے خیال کیا کہ شاید ان کے لوٹنے کو اور عرب کے لوگ آ گئے ہیں ان میں سے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آؤ اور اپنا مال لے لو اور جو ہم پر مصیبت آئی ہے دیکھو وہ ہم کو اپنے سرداروں کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا تو وہ دونوں مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے گیلی موجود ہے انہوں نے ہمارا سارا مال ہم کو واپس دے دیا اور کہنے لگے کہ اس امر کی بابت کوئی واقع ہوا ہے۔

دلیل دوم۔ دوسری روایت اسی بہجۃ الاسرار کے صفحہ ۱۰۲ میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے خبر دی ہم کو ابو المعالی عبدالرحیم بن منظفر بن مہذب قرشی نے کہا خبر دی ہم کو حافظ ابو عبداللہ محمد بن محمود بن نجار بغدادی نے ان کے سامنے بغداد شریف میں پڑھا جاتا تھا اور میں سنتا تھا اس نے کہا کہ مجھ کو عبداللہ جبائی نے لکھا اور میں نے اس کے

خط سے نقل کیا وہ لکھتا ہے کہ میں ہمدان میں اہل دمشق کے ایک شخص سے ملا جس کو ظریف کہتے تھے اُس نے کہا کہ میں بشر قرظی سے نیشاپور یا خوارزم میں ملا اور اس کے ساتھ چودہ اونٹ شکر کے تھے اس نے کہا کہ ہم ایک ایسے خوفناک جنگل میں اترے کہ جس میں ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ خوف کے مارے ٹھہر نہ سکتا تھا اور جب شروع رات میں ہم نے اسباب اُٹھایا تو چار لدے ہوئے اونٹوں کو گم پایا میں نے ان کو تلاش کیا تو نہ ملے اور قافلہ چل دیا میں قافلہ سے علیحدہ رہ گیا کہ اونٹوں کو تلاش کروں ساربان نے میری خاطر کی اور میرے ساتھ ٹھہر گیا ہم نے ان کو تلاش کیا تو نہ پایا جب صبح ہوئی تو مجھے حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کی بات یاد آگئی کہ آپ نے مجھے فرمایا تھا اگر تو کسی مصیبت میں پڑ جائے تو مجھے پکار تمہاری تکلیف دور ہو جائے گی رتب میں نے کہا یا شیخ عبد القادر میرے اونٹ گم گئے ہیں پھر میں نے صبح صادق کے وقت مشرق کی جانب ایک شخص کو ٹیلہ پر دیکھا جس کے کپڑے بہت سفید ہیں وہ مجھے اشارہ سے بلا رہا ہے کہ ادھر آؤ جب ہم ٹیلہ پر چڑھے تو وہاں کوئی آدمی نہ دیکھا پھر ٹیلہ کے نیچے چاروں اونٹوں کو جنگل میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہم نے ان کو پکڑ لیا اور قافلہ سے جا ملے۔

ابو المعالی کہتے ہیں کہ پھر میں شیخ ابو الحسن نان بائی کے پاس آیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا ——— میں نے شیخ ابو القاسم بناز رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے سردار حضرت شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا وہ فرماتے تھے کہ جو شخص مصیبت کے وقت مجھ سے فریاد کرے تو اس کی مصیبت دور ہو جائے گی اور جو شخص تکلیف کے وقت مجھ کو پکارے تو اس کی تکلیف دور ہو جائے گی اور جو شخص کسی حاجت کے لیے مجھ کو اللہ عز وجل کی جناب کی طرف وسیلہ لائے اس کی حاجت پوری ہو گی اور جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ہر ایک رکعت میں گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص (قل ہو اللہ احد) پڑھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے اور مجھ کو یاد کرے پھر عراق کی طرف

گیارہ قدم چلے اور میرا نام لے اور اپنی حاجت کا ذکر کرے تو خدا کے حکم سے اس کی حاجت پوری ہو جائے گی انتہی۔

اس نماز کا نام صلوۃ غوثیہ اور صلوۃ اسرار ہے اور یہ روایت ایسی صحیح ہے کہ اس پر بڑے بڑے ائمہ حدیث نے گواہی دی ہے اور اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے جیسے شیخ مجد الدین شیرازی فیروز آبادی صاحب قاموس نے الروض الناظرین میں اور شیخ محمد سعید زنجانی نے نزہتہ الخواطر میں اور شیخ شہاب الدین قسطلانی نے الروض الزاہر میں اور امام عبداللہ یافعی نے خلاصتہ المفاخر میں اور شیخ ابو بحرین نفر نے انوار الناظر میں اور سید عبد القادر السید روس نے الدر الفاخر میں اور شیخ محمد بن یحییٰ التنادفی نے قلائد الجواہر میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے زبدۃ الاسرار اور زبدۃ الآثار مختصر بہجتہ الاسرار میں اور شاہ ابو المعالی نے تحفہ قادریہ میں اور ملا علی قاری نے نزہتہ الخاطر الفاتر میں وغیرہ وغیرہ۔ ملا علی قاری نے بعد ذکر کرنے اس قول غوث الاعظم کے یہ لکھا ہے وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ مِرَارًا فَصَحَّ رضی اللہ عنہ یعنے یہ وظیفہ فرمودہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے جو صحیح نکلا ہے۔

سوال۔ کیا اس صلوۃ میں کوئی فعل ناجائز ہے۔

جواب۔ اس میں کوئی فعل شرعاً ناجائز نہیں ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو خود حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کیوں فرماتے اور علماء معتبرین سلف و خلف کیوں جائز رکھتے سنیے نماز پڑھنا جیسا کہ فرمایا ہے اس میں کیا کلام ہے۔

حدیث عثمان بن حنیف میں صلوۃ حاجت کا مرفوعاً ذکر پہلے ہم کر آئے ہیں اس کے بعد دعا مانگنا بھی ممنوع نہیں اور توسل بھی ناجائز نہیں بلکہ مامور بہ ہے۔ رہا گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چلنا سو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں۔ کیونکہ یہ امر نماز سے خارج ہے اور توسل بیٹھے کھڑے ہر دو طرح جائز ہے ہاں کھڑے ہونے میں زیادہ اہتمام ہے اور چونکہ غوث الاعظم سے توسل ہے اور وہ دور دراز

مقام پر مدفون ہیں اس لیے ان کے مزار مبارک کی طرف جو بغداد شریف میں ہے کھڑے ہو کر گیارہ قدم چلنا ایک اہتمام ہے اور کچھ نہیں۔ کیا کسی جہت کی طرف چلنا شرک میں داخل ہو سکتا ہے اگر ایسا ہے تو منکرین بھی شرک سے نہیں بچ سکتے۔ مگر ضد اور نفسانیت کا کوئی علاج نہیں۔

تیسری دلیل۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اپنے مریدوں کے خبر گیراں ہیں اور ان کی پردہ پوشی کرتے ہیں جیسا کہ بہجۃ الاسرار کے صفحہ ۹۹ میں آپ کا یہ قول منقول ہے وَلَوِ انْکَشَفَتْ عَوْرَۃُ مُرِیْدِیْ بِالْمَشْرِقِ وَاَنَا بِالْمَغْرِبِ لَسَتَرْتُھَا۔ انتھی یعنی اگر میرے مرید کا پردہ مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو (میں اسے) اس کو چھپا دیتا ہوں۔

علاوہ اس کے سینکڑوں بزرگان دین سے امداد اور تصرف بحالت حیات ثابت ہے جس کو ہم بنظر اختصار چھوڑتے ہیں دوسرے رسالہ میں اس کا ذکر ہے۔ ہاں اب ہم یہاں یہ ثابت کرتے ہیں کہ بزرگان دین و اکابر اولیاء کی زندگی اور ممات برابر ہوتی ہے جس طرح ان کا تصرف زندگی میں ہوتا ہے ایسا ہی بعد انتقال کے ہوتا ہے بلکہ بعد انتقال کے زیادہ ہوتا ہے اور یہی ثابت کرنا مہتمم بالشان ہے اس پر دلائل بہت ہیں۔

پہلی دلیل وہ حدیث قدسی جو پہلے بیان کی گئی ہے عام ہے مخصوص بازندگی نہیں کیونکہ جب وہ اولیاء اللہ سے ہوئے تو بعد انتقال کے بھی وہ اولیاء اللہ ہی ہوتے ہیں اور ان کی سمع بصر وغیرہ قوائے کو خاص قوت خداوندی حاصل ہے اور نہ وہ لازوال ہے۔

دوسری دلیل۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے امام شافعی نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر دعا کی قبولیت کے لیے تریاق مجرب ہے۔

اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی نے لکھا ہے کہ جس بزرگ سے زندگی میں مدد

مانگی جاتی ہے اس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد مانگی جاتی ہے ایک بڑے شیخ نے کہا ہے کہ میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی اپنی قبروں میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے یا اس سے بھی زیادہ۔

شیخ معروف کرخی۔ شیخ عبدالقادر حنبلی اور دو دوسرے اولیاء اللہ کو شمار کیا ہے (وہ شیخ طفیل منبجی اور شیخ حیوۃ بن قیس حرانی ہیں اسی طرح بہجۃ الاسرار میں ہے) اور مقصود حصر نہیں جو کچھ خود دیکھا اور پایا بیان کر دیا ہے (ورنہ اور بھی بہت سے بزرگ ایسے ہیں) اور میرے سردار احمد بن زروق کہ جو مغرب کے ملک کے بڑے فقہاء علماء مشائخ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی۔ میں نے کہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں تو کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے شیخ نے کہا ہاں کیونکہ وہ خدا کے حضور میں ہے اور اس بارہ میں اس گروہ سے اس قدر منقول ہے کہ جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور کتاب و سنت اور اقوال سلف صالحین میں کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی کہ جو اس کے مخالف ہو اور اس کو رد کرے اور آیات و احادیث سے یقیناً ثابت ہو چکا ہے کہ روح باقی ہے اس کو اپنے زائرین کے حالات کا علم اور شعور ہوتا ہے اور کاملین کی ارواح کو خدا کی جناب میں قرب اور مرتبہ ثابت ہے جیسا کہ زندگی میں تھا یا اس سے زیادہ اور اولیاء اللہ کو جہان میں کرامات و تصرف حاصل ہے اور وہ صرف روحوں کو ہوتا ہے روحیں خود باقی ہیں اور حقیقی متصرف سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور یہ کاملین خدا کے جلال میں زندگی میں اور بعد از موت فانی ہیں۔

پس اگر کسی کو ان دوستان خدا کے ذریعہ سے کچھ دیا جائے تو تعجب نہیں جیسا کہ زندگی میں تھا اور دونوں حال میں فعل و تصرف سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ دونوں حالوں میں فرق کر دے۔ اور اس پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی انتہی۔

تیسری دلیل۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تذکرۃ الموتی والقبور میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ شہیدوں کے بارہ میں فرماتا ہے۔ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں۔

شاید اس سے یہ مراد ہو گی کہ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسموں کی قوت بخشتا ہے جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور یہ خاص شہیدوں کے ساتھ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین، شہیدوں سے افضل ہیں اور اولیاء بھی شہیدوں کے حکم میں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے نفس سے جہاد کیا ہے کہ جس کو جہاد اکبر کہتے ہیں۔ رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ۔ یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اسی لیے اولیاء اللہ فرماتے ہیں اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا یعنی ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں۔

مطلب یہ کہ ہماری روحیں جسموں کا کام دیتی ہیں اور کبھی جسم نہایت لطافت کی وجہ سے روحوں کے رنگ میں ظہور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اور ان کی روحیں زمین اور آسمان اور بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اور دنیا و آخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کر دیتی ہیں ان کی روحوں سے اویسیہ کے طریق پر فیض باطنی پہنچتا ہے انتہی۔ اسی طرح تفسیر مظہری میں اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

چوتھی دلیل۔ شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں سورہ اذا السماء انشقت کی تفسیر میں فَلَا اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ کے ذیل میں مردہ کی تین حالتیں بیان فرماتے ہیں۔

پہلی حالت شفق کی سی بتلاتے ہیں کہ جس طرح مغرب کے بعد کچھ دن کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور کچھ رات کے اسی طرح مردہ کی حالت ہے کہ اس جہان سے کچھ تعلق رہتا ہے کچھ دوسرے سے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ زندہ کی مدد مردوں کے لیے اس حال میں جلد پہنچتی ہے مردے اس طرف سے مدد پہنچنے کے منتظر

رہتے ہیں اور ایسا خیال کرتے ہیں کہ ابھی ہم زندہ ہیں۔ اسی لیے حدیث شریف میں
قبر کے حال میں وارد ہے کہ مسلمان شخص وہاں کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز پڑھ
لوں اور یہ بھی آیا ہے کہ مردہ اس حالت میں اس غریق کی طرح ہوتا ہے کہ جو فریاد رس
کا انتظار کرتا ہے صدقات اور دعائیں اس وقت اس کے بہت کام آتی ہیں یہی وجہ
ہے کہ لوگ ایک سال تک خصوصاً چہلم تک موت کے بعد اس قسم کی مدد وسعی کرتے ہیں
اور مردہ کی روح بھی موت کے بعد خواب اور عالم مثال میں زندوں کی ملاقات کرتی
ہے اور اپنے دل کی باتیں بتلاتی ہے۔

دوم وہ حالت ہے کہ دنیا کی زندگی سے بالکل قطع تعلق ہو جاتا ہے اور اپنے
اعمال نیک و بد کی کیفیات کے مشاہدہ میں اس کو بڑا استغراق ہو جاتا ہے اس کی قوتیں
مدرکہ متصرفہ اس عالم سے قطع کر کے اس عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اس کی معنوی حس و
حرکت اس جہان سے مطلقاً بیکار ہو جاتی ہے یہ حال عام مردوں کا ہوتا ہے لیکن
بعض خاص اولیاء اللہ کو کہ جنہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے بنی نوع کے ارشاد و تکمیل
کے لیے آلہ اور واسطہ بنایا ہے اس حال میں بھی دنیا میں تصرف دیا ہے اور بوجہ
ان کے کمال وسعت علمی کے ان کا استغراق اس طرف کی توجہ سے مانع نہیں ہے
اویسی گروہ کمالات باطنی ان سے حاصل کرتے ہیں اور اہل حاجات و مطالب اپنی
مشکلوں کے حل ان سے مانگتے ہیں اور پا لیتے ہیں اس وقت اُن کی زبان حال
یہ ترانہ گاتی ہے ؎

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

شاہ صاحب نے یہاں پر ایک تو مردوں کے لیے چہلم رسی کو ثابت کیا اور
مسلمانوں کے فعل کو بطور سند پیش کیا جس کو منکرین بدعت سیئہ کہہ کر مردوں کو
ثواب سے محروم رکھتے ہیں۔ دوم یہ کہ اولیاء اللہ کو مشکل کشا ثابت کیا اور یہ
کوئی خاص قبر کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عام ہے۔ نہ دیکھ ہو
یا دور۔

دلیل پنجم۔ شرح برزخ میں جو ایک معتبر کتاب حدیث کی ہے مذکور ہے رُوِیَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا یُصِیْبُ عَلَیْہِ اَمْرٌ یُنَادِیْ وَلِیًّا مِّنْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنْ کَانَ حَیًّا یَسْمَعُہُ الرِّیْحُ طَرْفَۃَ الْعَیْنِ اَوْ یَعْلَمُہُ الْوَلِیُّ بِکَشْفِ الْقُلُوْبِ وَاِنْ کَانَ مَیِّتًا فَیَسْمَعُہُ الْمَلٰئِکَۃُ فَیَتَعَیَّنُ لَہٗ بِالشَّفَاعَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَلَیْہِ الْمَشَائِخُ انتھی۔ یعنی احادیث میں مروی ہے کہ جب انسان پر کوئی مشکل کام آپڑے پھر وہ اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کو پکارے اب اگر وہ زندہ ہے تو اس کو ہوا ایک آنکھ کی پلک میں سنا دیتی ہے یا اس کو ولی اپنے کشف سے معلوم کر لیتا ہے اور اگر مردہ ہے تو اس کو ملائکہ سنا دیتے ہیں پھر وہ خدا کے یہاں سفارش کر کے اس کی مدد کرتا ہے انتہی۔

یہ حدیث گو مشہور کتابوں میں نہیں پائی جاتی مگر واقعات اس کو بڑے زور سے صحیح ثابت کر رہے ہیں۔

چھٹی دلیل۔ خود شیخ عبدالحق دہلوی زبدۃ الآثار میں جہاں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے وَکَذٰلِکَ اَصْنَعُ لِکُلِّ مَنْ اَنْتَمٰی اِلَیَّ وَکَانَ لِیْ بِہٖ عِنَایَۃٌ یعنی میں ایسا ہی ہر اس شخص کے ساتھ کرتا ہوں جس پر میری عنایت ہو۔ وہاں کہتے ہیں۔ یَا غَوْثُ فَنَحْنُ نَنْتَمِیْنَا اِلَیْکَ وَالْعِنَایَۃُ بِیَدِکَ فَلَا تُحْرِمْنَا مِنْ عِنَایَتِکَ یَا غَوْثُ وَاِنْ لَّمْ نَکُنْ قَابِلًا لِلْعِنَایَۃِ فَصَیِّرْنَا قَابِلِیْنَ کَمَا اَنْتَ الْمُتَصَرِّفُ فِی الْوُجُوْدِ وَعَلَیْکَ یُعْرَضُ الشَّقِیُّ وَالسَّعِیْدُ۔ یعنی اے غوث ہم آپ کی طرف منسوب ہیں اور مہربانی آپ کے اختیار میں ہے ہم کو اپنی عنایت سے محروم نہ کر یا غوث اگرچہ ہم اس کے قابل نہیں لیکن آپ ہم کو اس قابل بنا دیں کیونکہ موجودات میں آپ تصرف کرتے ہیں اور آپ پر بدبخت اور نیک بخت پیش کیے جاتے ہیں۔

سبحان اللہ دیکھیے علماء اہل السنۃ کا ایسا اعتقاد ہوتا ہے۔ اب ہم یہاں پر بعض اوقات کا ذکر کرتے ہیں جو کہ انتقال کے بعد ان کی مدد کو ثابت کرتے ہیں۔

پہلی دلیل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد صحابہ وغیرہ نے حضور کو پکارا اور آپ نے مدد فرمائی۔ اس کی نظریں کچھ پہلے گذر چکی ہیں۔

دوسری دلیل۔ حضرت غوث الاعظم حضرت خواجہ نقشبند حضرت خواجہ قطب صاحب رضی اللہ عنہم کا ذکر پہلے مولوی اسماعیل صاحب کی کتاب صراط مستقیم سے گذر چکا یہاں پر متاخرین اولیاء اللہ سے ثابت کرتے ہیں۔

تیسری دلیل۔ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی جن کے نام نامی سے پنجاب وہند کے لوگ عموماً واقف ہیں جو حضرت شاہ سلیمان تونسوی غریب نواز کے پیر و مرشد ہیں ان سے ان کے انتقال کے بعد زندوں کا سا فعل ثابت ہے۔ وہ یہ کہ مناقب المحبوبین کے صفحہ ۴۶ میں مذکور ہے مولوی خدا بخش صاحب فرماتے تھے کہ قصبہ داجل متصل کوٹ مٹھن میں ایک قاضی صاحب رہتے تھے اور حضرت قبلہ عالم مہاروی کے مرید تھے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم اس طرف تشریف لے گئے تھے۔ قاضی صاحب نے عرض کی کہ حضور سے ایک وعدہ لیا چاہتا ہوں اگر قبول ہو فرمایا قبول ہے۔ کیا کہتے ہو۔

عرض کی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضور ہی میرا جنازہ پڑھائیں فرمایا وعدہ ہے انشاء اللہ تعالےٰ تمہارا جنازہ میں پڑھاؤں گا۔ اتفاقاً حضرت قبلہ عالم کا انتقال قاضی صاحب سے پہلے ہو گیا۔ جب قاضی صاحب کو یہ خبر پہنچی تو بہت روئے اور کہا افسوس صد افسوس حضرت قبلہ عالم کا مجھ سے وعدہ تھا اور رہ گیا ہو گیا۔ اگرچہ قبلہ عالم کو حیات جاودانی ہے اور یہ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی روح مبارک میرے جنازہ پر حاضر ہو جائے مگر وعدہ تو یہ تھا کہ خود نماز جنازہ پڑھائیں گے یہ کیسے ہو گا اور لوگوں کو کیا معلوم ہو گا۔ خیر کچھ عرصہ کے بعد قاضی صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ جب ان کا جنازہ تیار کر کے جنگل کو لے گئے اور نماز جنازہ تیار تھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے اور چند آدمی اس کے ہمراہ دوڑتے آرہے ہیں

جب قریب پہنچے تو ہر ایک نے معلوم کر لیا کہ حضرت قبلہ عالم ہیں تمام مرید قدمبوس ہوئے اور اس وقت سب کو ذہول ہو گیا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے بلکہ یہی خیال کیا کہ آپ زندہ ہیں اور قاضی صاحب کے جنازہ کی خاطر تشریف لائے ہیں جب قبلہ عالم نے قاضی صاحب کے جنازہ کی نماز پڑھائی تو لوگوں کی نگاہ سے غائب ہو گئے اس وقت سب کو پتہ لگا کہ حضرت تو انتقال فرما گئے ہوئے ہیں مگر قاضی صاحب کے وعدہ پورا کرنے کو تشریف لائے تھے۔

قاضی خدا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ ایسے شخص سے سنا جو کہ جنازہ میں خود حاضر تھا۔ سبحان اللہ کیا زبردست طاقت تھی کہ علانیہ تشریف لائے اور مصداق ارواحنا اجسادنا کے بن گئے۔ اس سے بڑھ کر کیا مدد ہو سکتی ہے۔

چوتھی دلیل۔ مناقب المحبوبین کے صفحہ ۲۱۸ میں ہے کہ جب حضرت شاہ سلیمان تونسوی کا انتقال ہوا تو فقیر (جامع ملفوظ) بھی غسل کے وقت حاضر تھا بعد غسل آپ کو کفن پہنا کر چارپائی پر لٹا کر بنگلہ شریف کے صحن میں رکھا گیا اور تونسہ کے شمالی صحرا میں جنازہ کی نماز کے لیے لے گئے اس قدر مخلوق جنازہ پر جمع ہو گئی کہ شمار میں نہ آتی تھی واللہ اعلم ملائکہ تھے یا عالم غیب سے۔ اور جب نماز جنازہ سے فارغ ہوئے اور ابھی جنازہ وہیں رکھا تھا کہ اتنے میں چند خراسانی افغان ولایت سے آ گئے۔ جب جنازہ کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے لوگوں نے کہا حضرت صاحب کا ہے ان میں سے ایک شخص جس کو آپ سے بیعت کا بہت شوق تھا یہ حال سن کر بہت رو دیا اور کہا کہ افسوس میں تو مرید ہونے کو حاضر ہوا تھا اس نعمت سے محروم رہا اور اس قدر رو دیا کہ بیہوش ہو گیا۔ دیر کے بعد اس کو ہوش آیا تو کہنے لگا الحمد للہ میرا مطلب حاصل ہو گیا حضرت صاحب نے مجھے اسی وقت بیعت فرمایا ہے اور وظیفہ تلقین کیا ہے اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا اور پھر صحن بنگلہ میں لا کر رکھ دیا۔

پانچویں دلیل۔ زبدۃ الاسرار خلاصہ بہجۃ الاسرار مولفہ شیخ محدث دہلوی کے

صفحہ ۶ ۴ میں ہے کہ خبر دی پیشوا ابوالحسن علی بن الہیتی نے فرماتے تھے کہ میں نے سردار شیخ محی الدین عبدالقادر اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کی قبر کی زیارت کی میں نے دیکھا کہ امام اپنی قبر سے نکلے ہیں اور شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو اپنے سینہ سے ملایا اور ان کو خلعت پہنایا اور فرمایا اے شیخ عبدالقادر میں علم شریعت علم حال اور فعل حال میں تمہارا محتاج ہوں رضی اللہ عنہ انتہی۔

فائدہ ۔ میرے خیال میں غالباً یہی وجہ ہوئی کہ حضرت شیخ نے حنبلی مذہب اختیار کیا۔ کیونکہ اس مذہب میں لوگ تھوڑے تھے آپ کی وجہ سے بہت سے لوگ حنبلی مذہب اختیار کرنے لگے ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

چھٹی دلیل ۔ معراج کی حدیث طویل میں جو کہ صحاح ستہ میں مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس نمازوں کا پانچ رہ جانا موسیٰ علیہ السلام ۔۔۔۔۔۔ کی برکت سے ہے کہ انہوں نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی کہ پھر جائیے اور کم کرائیے آپ کی امت کمزور ہے ۔ سو یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کی روح مبارک کا فیض ہے جو کہ امت محمدیہ کو پہنچا۔ اب فرمائیے کون سا منکر اس عنایت کا انکار کر سکتا ہے۔

دلیل عقلی فلسفی ۔ روح باقی ہے فانی نہیں جب اس کا تعلق ظاہری جسم سے جاتا رہا تو اب وہ مجرد ہو گئی اور جس قدر قرب الٰہی کی وجہ سے اس روح کو مرتبہ حاصل ہوتا ہے اسی قدر وہ عالم میں آمد و رفت اور تصرف کر سکتی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچا سکتی ہے بلکہ عام مردوں میں زندوں کو نفع پہنچانا متحقق ہے کیا انسان کبھی خواب میں استاد کو حل کر حل مسائل نہیں کرتا۔ کیا باپ بیٹے کو خواب میں مدفون مال کی ہدایت نہیں کرتا۔ کیا جالینوس نے نہیں کہا کہ میں خود بیمار تھا اپنے علاج سے عاجز ہو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھے علاج بتلاتا ہے۔

غرضیکہ عقلی طور پر بھی روح کا مدد کرنا ممکن ہے ۔ یہ خلاصہ ہے تفسیر کبیر کا۔

جب ان دلائل سے معلوم ہو گیا کہ اولیاء کرام اور نفوس قدسیہ کا امداد کرنا زندگی اور موت ہر دو حالت میں دور و نزدیک سے شرعاً نقلاً و عقلاً ثابت ہے تو اب جواز یا شیخ عبد القادر جیلانی کا یا مطلق یا شیخ کہنے کا دور سے نکل آیا مگر ہم یہاں پر خاص اس مسئلہ میں ذرا مفصل لکھتے ہیں اور بتصریح اکابر دین اور خود حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے اس کا جواز نقل کرتے ہیں۔

بہجۃ الاسرار سے پہلے معلوم ہو چکا کہ خود حضرت شیخ محی الدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ کو سختی کے وقت پکارے تو اس کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اور صلوۃ الاسرار کا طریق فرمایا جس کو ہم نقل کر چکے ہیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ اس وظیفہ میں نہ کوئی شرک ہے نہ فسق نہ بدعت بلکہ یہ وظیفہ معمول بہا مشائخ قادریہ وغیرہم علماء کبار کا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یا شیخ عبد القادر ہم کو اللہ کے لیے کچھ دو۔ اب اس میں جو بعض علماء نے موشگافی کی ہے کہ جنہوں نے منع کیا ہے یا کفر کہا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ شیئاً للہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دو اس میں اللہ تعالیٰ کو محتاج اور شیخ کو محتاج الیہ بنا دیا ہے اس لیے منع ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ معنے غیر خدا میں تو ممکن ہو سکتے ہیں۔ مگر جب اللہ کہا جائے گا تو عرفاً شرعاً یہ معنے لینا کسی عاقل کے ذہن میں نہیں آسکتا اور نہ کبھی آیا ہاں شریر کفار البتہ زکوۃ صدقات وغیرہ کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے جا بجا فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے دو۔ اس سے سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے جو ہم سے مانگتا ہے۔ نعوذ باللہ۔ ورنہ یہ معنی سلیم العقل والفہم نہیں لے سکتا۔ بلکہ اس کا مطلب عرفاً شرعاً یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی و اکرام کے لیے ہمیں کچھ دو اسی لیے علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے أَمَّا قَصْدُ الْمَعْنَى الصَّحِيْحِ فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهٖ یعنی صحیح معنی کے ارادہ میں ظاہرا کوئی حرج نہیں اور اگر مطلقاً للہ کہنا ناجائز ہو تو یہ کہنا بھی ناجائز ہو گا کہ فلاں فقیر کو اللہ کے لیے دو حالانکہ شرعاً عرفاً عقلاً

یہ کہنا جائز ہے۔

حدیث صحیح میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالتِّرْمِذِيُّ كَذَا فِي الْمِشْكٰوةِ یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ کے لیے (کسی کو) دوست بنائے اور اللہ تعالےٰ کے لیے (کسی کو) دشمن سمجھے اور اللہ تعالےٰ کے لیے (کسی کو) دے اور اللہ تعالےٰ کے لیے (کسی کو) نہ دے تو اس نے اپنے ایمان کو کامل بنالیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا۔ اسی طرح مشکوٰۃ میں ہے۔ اور عرفاً یہ لفظ عام طور پر شائع ہے بڑے بڑے علماء و فقرا بلکہ خود منکرین مدرسہ کے چندہ کے لیے لوگوں سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے لیے دو اس میں یہ ثواب ہے اور یہ فائدہ ہے۔ اس وقت یہ خیال نہیں آتا کہ یہ کہنا شرک ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ - الاٰیۃ۔ یعنی غنیمت کے مال میں اللہ کے لیے خمس ہے۔ اب کیا غنیمت کے مال کا خدا محتاج ہے۔ نعوذ باللہ اب یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے جواز کی تصریح اکابر علماء دین کے اقوال سے سنیے اور ایمان لائیے۔

پہلی دلیل فتاویٰ خیریہ میں ہے وَاَمَّا قَوْلُهُمْ يَا شَيْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ فَهُوَ نِدَاءٌ اِذَا اُضِيْفَ اِلَيْهِ شَيْءٌ فَهُوَ طَلَبُ الشَّيْءِ اِكْرَامًا فَمَا الْمُوْجِبُ لِحُرْمَتِهٖ یعنی لوگوں کا یہ کہنا کہ یا شیخ عبدالقادر سو یہ ایک پکارنا ہے جب کہ اس کی طرف کوئی شئ نسبت کی جائے اور وہ شئ کا اللہ تعالیٰ کی عزت و اکرام کے لیے مانگنا ہے اس میں حرمت کی کیا وجہ ہے۔

دوسری دلیل، علامہ شیخ حسین مکی کشط الاہاب میں لکھتے ہیں۔ وَاِذَا ثَبَتَ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ وَالْاَوْلِيَاءَ بَعْدَ الْاِرْتِحَالِ مِنْ هٰذِهِ الدَّارِ اَسْمَعُ وَاَبْصَرُ مِنَ الْاَحْيَاءِ فَنِدَاؤُهُمْ بَعْضُ الْمَلْهُوْفِيْنَ وَطَلَبَ مِنْهُمُ التَّوَسُّلَ وَالدُّعَاءَ عِنْدَ اللّٰهِ لِكَشْفِ هُمُوْمِهٖ وَمَا سَاءَهٗ وَقَالَ مَثَلًا يَا عَبْدَ الْقَادِرِ شَيْئًا لِلّٰهِ فَلَا نَرٰى بِهٖ بَاْسًا وَّشَنَاعَةً وَيَكُوْنُ طَلَبًا لِلتَّوَسُّلِ وَالشَّفَاعَةِ لِاَنَّا نَعْتَقِدُ اَنَّ اَحَدًا بَعْدَ الْمَوْتِ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا مِنَ التَّصَرُّفِ فِي الْوُجُوْدِ بَلْ لَا مُعْطِيَ وَلَا وَاهِبَ اِلَّا اللّٰهُ النَّافِعُ الْكَرِيْمُ الْوَدُوْدُ وَلَا يُطْلَبُ مِنْهُمْ اِلَّا التَّوَسُّلُ عِنْدَ اللّٰهِ فِي قَضَاءِ الْاَوْطَارِ وَ

یعنی جب ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم اس دنیا سے انتقال کے بعد زیادہ سننے والے زیادہ دیکھنے والے ہیں پھر ان کو کوئی مصیبت زدہ پکارے اور ان سے وسیلہ اور دعا طلب کرے کہ جس سے اس کے غم اور تکلیف دور ہو جائیں اور مثلاً کہے یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ تو ہم اس میں کچھ مضائقہ نہیں دیکھتے اور نہ کوئی برائی یہ تو توسل اور شفاعت کی طلب ہو گی کیونکہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ موت کے بعد کوئی شخص وجود میں کسی تصرف کا مالک نہیں (مستقل) بلکہ سوائے اللہ تعالےٰ نافع کریم دوست کے کوئی بھی نہ دینے والا ہے نہ بخشنے والا اور ان بزرگان دین سے حاجات کے پورا ہونے میں سوائے توسل کے جو ان کو خدا کے نزدیک ہے اور کچھ طلب نہیں کیا جاتا اور یہ توسل جائز ہے جیسا کہ احادیث و آثار میں ثابت ہے۔ انتہی۔

تیسری دلیل۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب طریقہ قادریہ حصول مہمات کے لیے اس طرح ختم کرتے ہیں کہ اول دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں اس کے بعد گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید اور گیارہ مرتبہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور ایک مرتبہ سورہ یسین پڑھتے ہیں اس کے بعد اگر بڑا ختم چاہیں تو سورہ الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ پڑھ کر پورا کریں اور خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں انتہی۔

شبہہ۔ شاہ صاحب ناقل ہیں مجوز نہیں۔ الجواب غلط ہے۔ اگر مجوز نہ ہوتے تو نقل نہ کرتے اگر کرتے تو اس کے عدم جواز کی تصریح کر دیتے۔ ان کا نقل کرنا اور اس پر سکوت کرنا صریح جواز ہے اور شاہ صاحب کو اس خاندان سے خاص عقیدت ہے۔

چوتھی دلیل۔ مولانا محمد غوث شافعی مدراسی نے انہار المفاخر فی مناقب الشیخ عبدالقادر میں لکھا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ بھی بڑی دعاؤں اور بڑے اسرار میں سے ہے اور قضائے حاجات میں مجربات و معمولات شیوخ سلسلہ قادریہ ہے بلکہ غوثیہ میں رسالہ حقیقۃ الحقائق سے لکھا ہے کہ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں اِسْمِی کَاسْمِ اللہِ الْاَعْظَمِ یعنے میرا نام اسم اعظم کی طرح ہے۔ اس کے پڑھنے کی کئی ترکیبیں ہیں۔

شبہہ۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام اسم اعظم کی طرح کیسے ہے

الجواب۔ حضرت غوث الاعظم کے نام میں خدا کے نام کی سی برکت و تاثیر ہے اس میں تشبیہ دو اسموں میں ہے نہ ان کے سمیات میں اور یہ جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا نام سمیع بصیر ہے انسان کو بھی سمیع بصیر فرمایا ہے فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ یعنے ہم نے انسان کو سننے والا دیکھنے والا بنایا ہے۔ مگر تشبیہ نام مقصود نہیں بلکہ مطلق سمع و بصر میں ہے اللہ تعالےٰ کا نام رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی رؤف رحیم فرمایا ہے جیسے فرمایا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنے آپ مومنین پر مہربان رحیم ہیں۔ مگر ذات میں مساوات نہیں نہ صفات میں کیونکہ ذات الٰہی کے ساتھ مخلوق کو کیا نسبت علیٰ ہذا صفات الٰہی ذاتی غیر محدود ہیں۔ صفات مخلوق عرضی محدود ہیں۔

پانچویں دلیل۔ ہم پہلے اس سے صلوٰۃ غوثیہ کی روایت کی تصحیح بڑے بڑے علماء کرام سے لکھ چکے ہیں جیسے شیخ مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس شیخ محمد سعید زنجانی شیخ شہاب الدین قسطلانی وغیرہ وغیرہ دیکھو صفحہ ۲۱ اور اس سے یا شیخ کا مسئلہ خود حل ہو جاتا ہے۔

آخر میں اب ہم ایک ایسے عالم کا فتوےٰ درج کرتے ہیں جو کہ علماء دیوبند کے مستند پیشوا اور مفتی ہیں۔ یعنے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اصل میں منشی محمد حسن خاں صاحب متوطن کوٹلہ متصل کرت پور ضلع بجنور نے ایک استفتاء بخدمت علماء دین بھیجا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قاضی صاحب منگلوری نے منشی صاحب موصوف کی نسبت اس وظیفہ یا شیخ کے پڑھنے کی وجہ سے یہ مشہور کر دیا تھا کہ منشی صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں جیسا کہ دیوبندیوں کے فتوے میں بھی یہی ہے اس کے جواب میں اکابر علماء اہل السنۃ والجماعۃ نے اس کا جواز لکھا تھا جن کے نام

نامی یہ ہیں۔
مولانا مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب علی گڈھی۔ مولانا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری۔ مولانا مولوی محمد نعیم صاحب لکھنوی مولانا مولوی محمد عین القضاۃ صاحب حیدرآبادی۔ مولانا مولوی محمد مسعود صاحب دہلوی مولانا مولوی محمد گوہر علی صاحب رامپوری وغیرہم۔ مگر یہاں پر مولوی رشید احمد صاحب کا فتوے ہی درج کر دیتے ہیں جو علماء دیوبند کے لیے حجۃ قاطعہ ہے۔ یہ رسالہ فتوے جوازیا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے نام سے ۱۸۹۰ء میں طبع ہوا تھا۔

عبارت فتوے۔ اس کا پڑھنا شرک اس وقت ہے کہ شیخ کو عالم الغیب و متصرف مستقل جانے اور جب اس لفظ میں برکت و اثر جان کر پڑھے تو بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے۔ ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہو سکے نہ تفسیق۔ اگرچہ ایسے وظیفہ کا پڑھنا اولے بھی نہیں۔ اور کسی مسلمان پہ گمان شرک فسق کا کرنا جب تک تاویل اس کے قول کی حسن ہو سکے درست نہیں۔ ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ میری مراد کفر کے معنے ہیں (حالانکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا) تو مضائقہ نہیں اور جب تک کہ وہ اقرار کچھ نہ کرے تو تاویل کرکے مسلمان بنائے اور جو تاویل اچھی بیان کرے (جیسا کہ عام مسلمان کرتے ہیں) تو اس پہ گمان بد کرنا خود معصیت ہے۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ لہٰذا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے اور باہم اتفاق واجب ہے فقط۔ واللہ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی۔

اب ہم علماء دیوبند سے حلفاً پوچھتے ہیں کہ کبھی آپ کے سامنے کسی جاہل سے جاہل مسلمان نے اس وظیفہ میں کفر کے معنی کا اقرار کیا ہے مگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو خدا کے لیے بموجب فرمودہ اپنے مولوی صاحب اور اپنے مفتی و پیشوا کے مسلمانوں خصوصاً اہل علم کو اس وظیفہ پڑھنے

سے عام طور پر مشرک اور فاسق نہ بنائیں اور نہ ان کے پیچھے نماز ناجائز کہیں اور اپنے کفریہ فتوے سے رجوع کر کے توبہ مشہور کریں۔ ورنہ بقول مولوی صاحب گنہگار ہو۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے خاص اس صلوٰۃ الاسرار کے بارہ میں ایک رسالہ مختصر لکھا ہے۔ باقی اس کی تفصیل میرے دوسرے رسالہ میں جس کا نام اقوال الابرار فی صلوٰۃ الاسرار ہے ملاحظہ ہو۔

اب ہم وہ صورت بھی لکھ دیتے ہیں کہ جو شرعاً ناجائز ہے اور بالاتفاق بین المسلمین شرک و فسق ہے وہ یہ کہ جس ولی کو پکارا جائے اس کو مستقل عالم الغیب مستقل متصرف سمجھا جائے۔ خدا کا شریک بنایا جائے یعنی ہر ایک وصف میں خدا کی ذات وصفات میں برابر مانا جائے اس کی ذات صفات کو ذاتی سمجھا جائے اور یہی سمجھا جائے کہ جو کچھ ہم کو ملتا ہے وہ صرف انہیں سے ملتا ہے سو یہ صورت بلاشبہ شرک اور منع ہے اگر کوئی جاہل بت پرست ایسا اعتقاد رکھے تو اس کو سمجھانا چاہیے اور توبہ کرانی چاہیے۔ مگر غضب یہ ہے کہ منکرین مسلمانوں کو خواہ مخواہ صحیح اور اچھے معنی اختیار کرنے کے باوجود محض ظن و تخمین سے ان صورتوں کو بھی ناجائز کہتے ہیں جو صحیح معنے رکھتی ہیں۔ اور یاد رہے جس طرح حرام کو حلال جاننا ممنوع ہے اسی طرح حلال کو حرام جاننا بھی ممنوع ہے جس کے یہ لوگ مرتکب ہو رہے ہیں۔

اب ہم چند شبہات اور ان کے جوابات درج کرتے ہیں۔ جو عام طور پر مفید ہوں گے شبہ کیا یا کا لفظ دور کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے اور جائز ہے یا نہ الجواب بے شک یا حروف ندا میں سے ہے اور قریب و بعید دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے دیکھو کتب نحو شرح جامی میں ہے۔ یَا اَعَمُّهَا لِاَنَّهَا مُسْتَعْمَلٌ لِنِدَاءِ الْقَرِیْبِ وَالْبَعِیْدِ۔ یعنی یا ان میں سے عام ہے کیونکہ وہ نداء قریب اور بعید دونوں کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غائبانہ ندا میں اہل زبان بصیغہ یا استعمال کرتے ہیں دیکھو جتنے قصائد شوقیہ ہیں ان میں یا لفظ مستعمل ہے اگر بعید کے لیے جائز نہ ہوتا

تو ہر گز استعمال نہ ہوتا۔

شبہہ۔ کیا یہ بزرگ اپنے مقامات سے سن لیتے ہیں اور وہ حاضر ناظر ہیں۔

الجواب۔ ہاں وہ سن لیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کو ہوا کے ذریعہ یا ملائکہ کے ذریعہ سنا دیتا ہے یا خود وہ اپنے کشف سے معلوم کر لیتے ہیں کیونکہ وہ حاضر ناظر بھی ہیں۔

دیکھو حدیث قدسی کو جس میں ان کی آنکھیں خدائی آنکھیں اور ان کی سمع خدائی سمع اور ان کے دل خدائی دل ہوتے ہیں۔ جب ان کی یہ حالت ہے تو حاضر ناظر میں کیا شبہہ رہا کیونکہ حاضر کے معنی موجود کے اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں جب ان کے قوائے ایسے زبردست ہیں تو حاضر ناظر کیوں نہیں کہہ سکتے۔ بعض کاملین نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔

مناقب المحبوبین کے صفحہ ۲۵۳ میں ہے ایک روز علی محمد سپاہی حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کا مرید خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے راستہ میں دُمبر داروں کا لشکر بہت تھا تم نے اُن کی شرارت سے کیونکر نجات پائی۔ عرض کی کہ غریب نواز جب دُمبر داروں کے لشکر نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے قتل کرنے کے لیے تلواریں کھینچیں تو میں نے حضور کی صورت کو حاضر کر کے امداد کی درخواست کی حضور کا ہاتھ ظاہر ہوا اور مجھ کو امان دی۔ حضور نے فرمایا ہاں مرید کو ایسا ہی چاہیے کہ اپنے پیر کو ہر حال میں حاضر ناظر جانے اور ہر مشکل میں اس سے مدد چاہیے۔ اس کے بعد یہ شعر فرمایا ؎

ناصیۂ پیر نہ تنہا ضیا است   بلکہ یکے از صفت کبریا است

یعنی پیر کی پیشانی نہ صرف روشنی ہے بلکہ خدا کی صفتوں میں سے ایک صفت ہے۔

شبہہ۔ کیا ان کو علم غیب ہے۔ اور کیا وہ آیات جن میں علم غیب مختص بباری تعالیٰ

ہے غیر کے لیے علم غیب کی نفی نہیں کرتیں۔

الجواب۔ بے شک انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو علم غیب جزئی عطائی عرضی ہے یعنی ذاتی نہیں خدا کا دیا ہوا ہے اور جن آیات میں علم غیب مختص بذات الٰہی ہے اس سے مراد وہ علم ہے جو مستقل اور بالذات ہے اس پر پختہ دلیل یہ ہے کہ سورہ جن میں ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ یعنی اللہ تعالیٰ عالم غیب ہے ہر اپنے غیب پر سوائے پسندیدہ رسول کے اور کسی کو ظاہر نہیں کرتا اور ایک جگہ فرماتا ہے[1] وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ۔ (یعنی تم کو اللہ تعالے غیب پر مطلع نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پسند کر لیتا ہے اس کو بتا دیتا ہے)

اور اولیاء اللہ کو بوجہ کمال اطاعت انبیاء علیہم السلام کے یہ درجہ نصیب ہوتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی سے ظاہر ہے اور عدم ذکر اولیاء اللہ آیت میں اس کے منافی نہیں کیونکہ جب بادشاہ کہے کہ ہمارے پاس وزیر کے سوا کوئی نہ آئے تو اس سے اس کے خاص ہمراہی مستثنیٰ نہیں ہوا کرتے بلکہ عام لوگ ہوا کرتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی سورہ جن میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے کہ اولیاء کو بطریق وراثت و تبعیت غیب پر اطلاع ہوتی ہے جیسے نور قمر نور شمس سے مستفاد ہے۔

شبہہ۔ کیا قرآن مجید میں ایسی آیات نہیں جو کہ غیر اللہ کے پکارنے کو منع کرتی ہے جیسے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ۔

الجواب۔ مفسرین نے ان آیات کے مطلب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یدعو کے معنی یعبد کے ہیں یعنے وہ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ تفسیر جلالین میں ہے يَدْعُوا يَعْبُدُ اور دُعَائِهِمْ کے نیچے عِبَادَتِهِمْ لکھا ہے۔

تفسیر سراج المنیر میں ہے يَدْعُوا اے يَعْبُدُ مَالَا تُدْرَكُهُ۔ یعنی وہ ایسے

---

[1] سورہ آل عمران رکوع ۱۸ پارہ ۴۔ ۱۲

معبود کی عبادت کرتا ہے کہ جس کو کچھ قدرت نہیں۔

تفسیر جامع البیان میں ہے اَیْ لَا اَضَلَّ مِمَّنْ یَعْبُدُ ۔ اسی طرح باقی تفاسیر میں ہے اور اگر پکارنا مطلقاً منع ہوتا تو اولیاء کرام کا سننا اور مدد کرنا جیسا کہ مذکور ہوا نہ ہوتا اس لیے ان کا پکارنا منع نہیں ہے اور بت پرست لوگ جب پکارتے تھے تو ان کو معبود جان کر پکارتے تھے اس طرح کا پکارنا بھی منع ہے منکرین کا ان آیات کو جو مشرکین کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں اہل ایمان پر چسپاں کرنا تحریف کلام الٰہی ہے اور ظلم صریح۔

شبہہ ۔ کیا آیت[1] اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ استعانت بالغیر کو منع کرتی۔

الجواب ۔ اس آیت کا مطلب بھی مخالفین اب تک نہیں سمجھے اور نہ تعصب کی وجہ سے سمجھ سکیں ۔ اگرچہ علماء اہل السنۃ نے بہت سمجھایا ہے یہ استعانت جو مختص بباری تعالیٰ ہے اس کے بھی کئی معنے مفسرین نے کیے ہیں۔

بیضاوی میں ہے اَلْمُرَادُ طَلَبُ الْمَعُوْنَۃِ فِی الْمُهِمَّاتِ کُلِّهَا اَوْ فِی الْعِبَادَۃِ فَالْمَعْنٰی نَعْبُدُکَ وَنَسْتَعِیْنُکَ یعنی مقصود یہ ہے کہ مدد ہر ایک معاملہ میں (جو خاصہ متوکلین کاملین ہے) یا عبادت میں پس معنی یہ ہوا کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ (عبادت میں)

تفسیر مدارک میں ہے وَیَجُوْزُ اَنْ یُّرَادَ بِالْاِسْتِعَانَۃِ بِتَوْفِیْقِهٖ عَلَی الْعِبَادَۃِ۔ یعنی جائز ہے کہ استعانت سے یہ مقصود ہو کہ ہم تجھ سے بندگی کے ادا کرنے کی توفیق مانگتے ہیں۔ جواہر التفسیر وغیرہ میں ہے کہ صحابہ و تابعین اور بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بالفاظ مختلفہ کی ہے۔

حسن البصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نَعْبُدُ اے نُطِیْعُ یعنی ہم تیری اطاعت کرتے ہیں۔

مقاتل بن سلیمان نے فرمایا ہے نَسْتَعِیْنُ اے نَسْتَغِیْثُ یعنی ہم تجھ

---

[1] یہ دلیل بھی دیوبندی علماء غیر مقلدین کی طرح اپنے فتوے میں پیش کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

سے فریاد کرتے ہیں۔

عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ مَعْنَاهُ نُوَحِّدُ وَنَسْتَعِينُ عَلٰى عِبَادَتِكَ یعنی ہم تیری توحید بیان کرتے ہیں اور تیری عبادت پر تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔

ابن عیینہ سے مروی ہے مَعْنَاهُ نَخْشَعُ وَنَخْضَعُ وَنَسْتَعِينُ عَلٰى مُحَارَبَةِ الشَّيْطٰنِ یعنی ہم عاجزی اور تضرع کرتے ہیں اور شیطان سے لڑنے کے لیے تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔ تیسیر میں ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ بِظَوَاهِرِهَا وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ فِيْ حِفْظِ بَوَاطِنِهَا۔ ثُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ عَلَى الرَّجَاءِ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ عَلَى الْخَوْفِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ عَلَى الشُّكْرِ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ عَلَى الصَّبْرِ یعنی ہم اپنے ظاہر اعضاء سے تیری عبادت کرتے ہیں ہم اپنے باطن امور کی محافظت میں تجھ سے مدد مانگتے ہیں ہم امید پر تیری خاص عبادت کرتے ہیں اور خوف پر تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ ہم شکر پر تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صبر پر تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں قاضی شوکانی بھی اس آیت کو اس طرح پیش کرتے ہیں دُرُّ النَّضِيْدِ فِيْ اِخْلَاصِ كَلِمَةِ التَّوْحِيْدِ میں لکھا ہے وَاَمَّا مَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ اِلَّا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ فَلَا يُسْتَعَانُ فِيْهِ اِلَّا بِهٖ وَمِنْهُ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ یعنی جو خاص مقدور باری تعالےٰ ہے سو اس میں سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی سے مدد نہ مانگی جائے اور اسی میں سے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ہے۔ اب جو مقدور بشر ہو اس میں مدد مانگنا عرفاً عقلاً شرعاً جائز ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى یعنی مدد کیا کرو نیکی اور تقوےٰ پر۔ دوسری جگہ فرمایا وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ۔ یعنی اگر وہ تم سے دین کے بارہ میں مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے۔ علیٰ ہذا احادیث میں بکثرت ایک دوسرے کی مدد کا ذکر ہے۔

ابن ماجہ حاکم طبرانی وبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقَيْلُوْلَةِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ یعنی سحری کھانے سے دن کے روزوں پر اور قیلولہ کرنے سے رات کے قیام پر مدد لیا کرو۔

ایک حدیث میں ہے اُطْلُبُوا الْحَاجَاتِ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوہِ یعنی اپنی ضروریات کو خوبصورت لوگوں سے مانگا کرو۔ رواہ البخاری والطبرانی وغیرہما۔

جواہر التفسیر میں ہے کہ ارباب عرفان فرماتے ہیں نستعین کے معنے طلب عون و طلب معونت نہیں بلکہ طلب عین وطلب معائنہ ہیں یعنے ہم کو وہ مرتبہ نصیب کر کہ ہم عبادت کے وقت معائنہ کے مقام تک پہنچیں۔ گویا ہم تجھ کو بچشم سر دیکھتے ہیں اور یہ معنے اس حدیث کے موافق ہیں کہ جو حدیث جبریل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کے معنے یہ فرمائے ہیں کہ تو ایسی عبادت کر گویا کہ خدا کو دیکھتا ہے۔ اسی مطلب کو حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی نے اس شعر میں ادا فرمایا ہے۔ ؎

ہر کس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست

فتوے ہمیں دہم کہ نمازے قضا کند

فی الواقع کاملین کی نمازیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

تفسیر عزیزی میں شاہ عبد العزیز نے ایک اور عمدہ معنی بیان فرمائے ہیں وہ یہ کہ یہ لفظ اس لیے لایا گیا ہے کہ اپنی عبادت کی نسبت دل میں غرور پیدا نہ ہو۔

پس گویا یہ کہتا ہے کہ تیری عبادت تیری مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی ہے کہ دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ اول فرقہ جبریہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم کو کچھ اختیار نہیں ہم پتھر اور لکڑی کی طرح ہیں۔ ہم سے بے اختیار حرکات سرزد ہوتی ہیں دوم فرقہ قدریہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم پورا اختیار رکھتے ہیں اور ہماری حرکات و سکنات ہمارے اختیار سے سرزد ہوتی ہیں۔ یہ دونوں گروہ مردود ہیں ان کا طریق بُرا ہے کیونکہ پہلا گروہ شریعتوں اور تکالیف کو باطل کرتا ہے۔ اور دوسرا خدا کے کارخانہ میں شرکت کا دعوٰی کرتا ہے۔

پس یہ دو لفظ ان دونوں فرقوں کے رد کے لیے لائے ہیں اِیَّاكَ نَعْبُدُ جبریہ عقیدہ کا رد ہے اور اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ قدریہ عقیدہ کا رد ہے اور سید صا

راستہ تیسرے گروہ کے نصیب میں ہے جو اہل السنۃ ہے وہ لکھتا ہے کہ بندگی ہم کرتے ہیں اور توفیق تجھ سے مانگتے ہیں۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ غیر سے استعانت اس طرح پر کہ اس غیر پر بھروسہ ہو اور اس کو خدا کی مدد کا مظہر نہ سمجھا جائے حرام ہے اور اگر توجہ صرف خدا کی طرف ہو اور اس کو خدا کی مدد کا مظہر سمجھ کر اور خدا کے کارخانہ اسباب وحکمت پر نظر کرتے ہوئے اس سے استعانت کی جائے تو معرفت سے بعید نہیں اور شرع میں بھی جائز ہے اور وارد ہوا ہے اور اولیاء کرام وانبیاء علیہم السلام نے اس قسم کی مدد غیر سے طلب کی ہے اور فی الحقیقت اس قسم کی مدد غیر اللہ سے نہیں بلکہ خدا ہی سے مدد کا مانگنا ہے۔

جب اس آیت کے معنی اہل علم مفسرین صحابہ وغیرہ کئی طرح کرتے ہیں۔ تو اب اس کو ظاہری معنے کے لحاظ سے عام بنا کر مطلقاً غیر سے استمداد و حرام وشرک سمجھنا اگر جہالت نہیں تو اور کیا ہے اور سمجھ کر نہ ماننا تعصب نہیں تو اور کیا۔

شبہ۔ کیا[1] فتوح الغیب میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا۔ لِاَنَّ الِاشْتِغَالَ بِغَیْرِ اللّٰہِ شِرْکٌ کیونکہ غیر خدا سے مشغول ہونا اور اس کو طلب کرنا شرک ہے انتہی ترجمہ شیخ محدث دہلوی

الجواب۔ یہ بھی ایک جہالت واضحہ ہے اور مغالطہ صریح ہے کیونکہ اول آخر عبارت کو چھوڑ کر صرف ایک جملہ لے لیا ہے جس کو استمداد از اولیاء اللہ سے کوئی تعلق نہیں دراصل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ مقام رضاء بالقضاء میں کلام فرماتے ہیں۔

چنانچہ مقالہ ۵۳ فتوح الغیب اور اس کی اسی شرح سے ظاہر ہے قَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُطْلُبُوْا مِنَ اللّٰہِ الرِّضَاءَ بِالْقَضَاءِ طلب کرو اور مانگو خدا سے کہ وہ اپنی قضاء پر راضی رکھے اور اپنے غضب اور اعتراض و نزاع سے دور رکھے۔

---

[1] دیوبند کے منشی نے اپنے فتوے میں یہ دلیل پیش کی ہے ۱۲۔

آگے چل کر حظوظ نفس وغیرہ کو منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے لِاَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِغَیْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ شِرْکٌ وَطَالِبُ الْحَظِّ لَیْسَ بِصَادِقٍ فِیْ مَحَبَّتِہٖ وَوِلَایَتِہٖ یعنی اس لیے کہ غیر خدا سے مشغول ہونا اور اس کا طلب کرنا شرک ہے اور اپنے نفس کے مزہ اور نصیب کا طالب اپنی محبت اور دوستی میں صادق نہیں ہے۔ اب دیکھیے اول آخر کی عبارت کو چھوڑ کر اپنا مطلب نکالا ہے جو بالکل نہیں نکلتا جو شخص پوری عبارت دیکھے گا وہ سمجھ لے گا کہ اس عبارت کو اولیاء اللہ کی استمداد سے کیا مطلب۔ آؤ ہم تم کو اسی فتوح الغیب سے بتلاتے ہیں کہ جب ولی فانی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تکوین (یعنی پیدا کرنے) کی قدرت اور کُن فیکون کی طاقت ہو جاتی ہے۔

مقالہ سادس صفحہ ۲۴ میں فرماتے ہیں اِفْنِ عَنِ الْخَلْقِ بِحُکْمِ اللّٰہِ مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔ پھر صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں فَتَتَنَبَّؤُ عَنِ الْاَخْلَاقِ الْبَشَرِیَّۃِ پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا۔ نَلَنْ یَّقْبَلَ بَاطِنُکَ شَیْئًا غَیْرَ اَرَادَۃِ اللّٰہِ۔ پس تیرا باطن سوائے خدا کے ارادہ کے اور کوئی شے ہرگز قبول نہ کرے گا۔ فَحِیْنَئِذٍ یُضَافُ اِلَیْکَ التَّکْوِیْنُ وَخَرْقُ الْعَادَاتِ اور جب تو اپنی خودی سے فانی ہو جائے گا اور تجھ میں سوائے خدا کے فعل اور ارادہ کے اور کچھ نہ رہے تو تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرق عادات منسوب ہوں گے یعنی وہ تم کو حکم میں خوارق وکرامت کے ساتھ متصرف کر دے گا۔ تُرٰی ذٰلِکَ مِنْکَ فِیْ ظَاہِرِ الْعَقْلِ وَالْحُکْمِ پھر وہ فعل اور تصرف تجھ سے ظاہر عقل وحکم میں دیکھا جاتا ہے لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے کیونکہ معجزہ وکرامت فعل خدا ہے کہ بندہ کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اس سے صادر ہو جیسا کہ فرماتے ہیں۔ وَھُوَ فِعْلُ اللّٰہِ وَاِرَادَتُہٗ حَقًّا فِی الْبَاطِنِ حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین وخرق عادات خدا کا فعل وتصرف وارادہ ہے۔ اور آگے چل کر فرماتے ہیں، قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ بَعْضِ کُتُبِہٖ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ

كُنْ فَيَكُوْنُ وَاَطِعْنِيْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِكَثِيْرٍ مِنْ اَنْبِيَائِهٖ وَاَوْلِيَائِهٖ وَخَوَاصِّهٖ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں خدا ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں میں شے سے کہتا ہوں ہو جا وہ ہو جاتی ہے اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کر دوں گا کہ تو کسی شے سے کہے گا ہو جا تو ہو جائے گی اور بلاشبہ اس نے اپنے بہت سے انبیاء علیہم السلام اور اپنے اولیا اور خاص بنی آدم سے ایسا کیا ہے۔

اب دیکھیے کہ حضرت غوث الاعظم ولی اللہ کے لیے تصرف اور تکوین و قوت کن فیکون وغیرہ ثابت کرتے ہیں اور فتوح الغیب میں بہت جگہ اولیاء اللہ کی کمال تعریف کی ہے۔

یہ ہے علماء دیوبند کے دلائل کا نمونہ کہ عبارت کا مطلب کچھ ہوتا ہے اور لیتے کچھ ہیں۔ آخر میں ہم ان صحابہ کرام و علماء کبار و مشائخ ذوی الاعتبار کے اسماء گرامی کی فہرست پیش کرتے ہیں جو کہ استغاثہ و توسل کے مجوزین ہیں۔

حضرت عباس بن عبد المطلب۔ عمر بن الخطاب۔ عائشہ صدیقہ۔ علی کرم اللہ وجہہ۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ انس بن مالک۔ سواد بن قارب۔ عکاشہ۔ عثمان بن حنیف۔ نابغہ جعدی۔ عتبہ بن غزوان و دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم بوجہ اجماع سکوتی۔ تابعین و تبع تابعین وغیرہم حسن بصری محمد بن منکدر امام علی موسیٰ ابن ابی فدیک استاد امام شافعی۔ امام ابو حنیفہ۔ محمد بن ادریس شافعی۔ امام ابو بکر بن مقری۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی صاحب معاجم ثلثہ۔ ابن الجلا۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی۔ حاتم اصم۔ علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی۔ شیخ سبکی صاحب شفاء السقام امام نودی۔ محمد بن حرب ہلالی۔ ابو بکر بن ابی شیبہ۔ امام بیہقی۔ بنار۔ ابن السنی۔ قاضی عیاض مالکی۔ شہاب الدین احمد بن محمد البرنسی۔ شیخ ابو العباس حضرمی۔ امام ابن جوزی سراج الدین بلقینی۔ عبد الرؤف مناوی۔ ابو الشیخ عبداللہ بن حبان۔ ابو بکر اقطع۔ ابن جزری صاحب حصن حصین ابراہیم طرابلسی۔ شیخ حسن شر نبلالی۔ امام قسطلانی۔ ابن حاج

مالکی۔ ابن حجر مکی۔ امام شمس الدین سخاوی۔ امام واقدی۔ ابونصر صباغ۔ ابن نجار بغدادی ابن عساکر دمشقی۔ ابو عبداللہ محمد بن موسیٰ مالکی۔ امام غزالی۔ شیخ ابن الہمام۔ امام فخرالدین۔ قاضی خان ابوداؤد مکی۔ امام رملی صاحب فتاوے خیریہ شوبری۔ یحیٰی صرصری موفق الدین بن قدامہ حنبلی صاحب مغنی۔ نجم الدین حنبلی۔ ابو عبداللہ شمس الدین حنبلی۔ برہاوی صاحب دلائل واضحات فی اثبات الکرامات فی الحیوۃ وبعد الممات۔ شیخ الاسلام بن شحنہ حنفی۔ شیخ عبدالباقی مقدسی۔ شیخ احمد غنیمی حنفی۔ نورالدین سمہودی۔ شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم بن جماق جعبری ابن اثیر صاحب نہایہ۔ شیخ ابوطاہر۔ سید احمد حموی۔ شیخ شیخ عبدالوہاب شعرانی۔ علامہ سعدالدین تفتازانی۔ امام جلال الدین سیوطی۔ امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ ابن المغید صاحب مناسک المشاہد۔ کمال الدین زملکانی۔ امام فخرالدین رازی امام بیضاوی۔ حافظ الدین عبداللہ نسفی صاحب مدارک۔ محمد فاضل دہلوی صاحب مزرع الحسنات۔ مولانا عبدالرحمن جامی۔ ملا علی قاری۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ شیخ الاسلام صاحب کشف العطاء شاہ ولی اللہ رح دہلوی شاہ عبدالعزیز۔ شاہ رفیع الدین دہلوی مولوی مخصوص اللہ صاحب دہلوی ملا عابد سندی مدنی استاد شاہ عبدالغنی دہلوی مجددی۔ شاہ غلام علی دہلوی مولوی عبدالحلیم صاحب لکھنوی۔ مولوی تراب علی صاحب لکھنوی۔ مولوی فضل رسول صاحب بدایونی وغیرہ وغیرہ لاتعداد ولاتحصی۔ منکرین ان اسماء گرامی کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ جب ایسے ایسے اجلہ صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و مفسرین و علماء محققین جواز توسل کے قائل ہیں تو پھر ان کی نسبت شرک یا بدعت کا کلمہ کہاں تک مناسب ہے۔ خیر ہم اہل انصاف ناظرین سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ بالضرور منکرین کے دام میں گرفتار نہ ہوں گے اور عقیدہ راسخہ اہل السنۃ والجماعۃ کو ہاتھ سے نہ دیں گے۔ بہر حال خدا کے فضل سے مختصر طور پر ہم نے استمداد اور استعانت اولیاء کرام سے اچھی طرح ثابت کر دی اگر مفصل دیکھنا ہو تو دیگر رسائل اہل السنۃ دیکھو جیسے اعلاء کلمۃ اللہ مولفہ حضرت مرشدنا و قبلتنا قبلہ عالم جامع العلوم الظاہرۃ والباطنۃ خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف سلمہم اللہ

دزاد فضلہم وفیضہم۔ اور وسیلہ جلیلہ مولفہ مولانا مولوی وکیل احمد صاحب سکندرپوری اور رسالہ فتح الحق مولفہ مولانا مولوی محمود صاحب مدراسی شافعی۔ و رسائل مولفہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی و رسالۃ العجالۃ الجمیلۃ فی اثبات الوسیلۃ مولفہ مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب وغیرہم[عہ]۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَشَفِیْعِنَا وَغَوْثِنَا وَغِیَاثِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

تمت

عہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصحح

فتوے عدم جواز مسح جراب

یہ فتوےٰ میں نے اقامت دہلی کے ایام میں ۱۳۰۸ھ میں پیشوائے اہلحدیث مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے کرایا تھا جس کو ان کے فرزند سید شریف حسین صاحب نے لکھا تھا اور انہوں نے اس پر اپنی مہر کردی تھی تیسری مہر اُن کے شاگرد مولوی محمد تلطف حسین صاحب کی ہے اس کے کچھ عرصہ بعد دوسرا فتویٰ ان کے صاحبزادہ شریف حسین صاحب کا ہے اس پر ان کی مہر اور اسی شاگرد کی ہے۔ علماء احناف کی تصدیق نہیں کرائی تھی کہ حنفیہ سب اس پر متفق ہیں کہ ان جرابوں پر جو سوتی یا پشمینی ہوتی ہیں مسح جائز نہیں۔ اب بعض احباب کی سفارش سے یہ فتوےٰ اس رسالہ کے آخر میں طبع کرایا جاتا ہے۔ کیونکہ پنجاب کے بعض اہل حدیث جرابوں پر مسح کرتے ہیں اور ان کے دیکھا دیکھی بعض جاہل حنفی بھی شاید کرتے ہوں۔ اب بعض علماء احناف کے بھی دستخط کرادیے ہیں۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سوتی یا پشمینی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں۔

بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

الجواب۔ درصورت مرقومہ معلوم کرنا چاہیے کہ سوتی یا پشمینے کے جرابوں پر شرعاً مسح کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وہ ثخینین نہیں اور جو چیز ثخینین نہ ہو اس پر مسح درست نہیں ہے۔ عن المغیرۃ بن شعبۃ قال توضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومسح علی الجوربین والنعلین قال ابو عیسٰی ھٰذا حدیث حسن صحیح وھو قول غیر واحد من اھل العلم وبہ یقول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق قالوا یمسح علی الجوربین وان لم یکن متنعلین اذا کانا ثخینین انتھٰی ما فی الترمذی وغیرہ من کتب الحدیث واللہ اعلم بالصواب

حررہ السید شریف حسین عفی عنہ۔

زہ شرف سید کونین شد شریف حسین	سید محمد نذیر حسین	التقلین محمد تلطف حسین خادم شریعت رسول

ہذا الجواب صحیح والمجیب نجیح الراقم خادم العلماء الابرار محمد یار عفی عنہ امام وخطیب ومفتی مسجد طلائی لاہور۔ الجواب۔ صحیح احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ وخطیب مسجد شاہی لاہور۔ ہذا الجواب صحیح محمد عبد الستار عفی عنہ مفتی مسجد شاہی لاہور۔

دوبارہ فتوے جو کرایا گیا تھا وہ یہ ہے

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جرابیں سوتی پر یا پشمینہ والیوں پر مسح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب وھو الصواب

واضح ہو کہ پائتابہ سوتی رفیق پر مسح جائز نہیں کیونکہ یہ حکم میں خف کے نہیں ہے الجورب خف یلبس علی الخف الی الکعب للبرد ولصیانۃ الخف الاسفل من الدرن والغسالۃ ویقال الجرموق والموق ایضاً وقال فی شرح کتاب الخرقی الجرموق خف واسع یلبس فوق الخف فی البلاد البارد‌ۃ وقال الجوھری والمطرزی الموق خف قصیر یلبس فوق الخف انتھی مافی اللمعات شرح المشکوٰۃ للشیخ المحدث دھلوی قال الشاہ ولی اللہ المحدث الدھلوی فی المصفی شرح الموطا لمالک حد خف ساتر موضع فرض است کہ ممکن باشد تتابع مشی در آن مسافر اور حاجات خود نزدیک حط و ترحال وغیر آن نہ منسوجی کہ منع نفوذ آب نکند مانند پائتابہ جامہ و بنات و نہ جرموق کہ خفے بالائے خفی پوشند و ملبوس در قدم چند قسم است خف و نعل و جورب و جرموق و ہر یکے را یہ دیگرے استعمال نکنند پس نعل ساتر تمام قدم نیست تا شتالنگ پس بقیاس ایں صفت نقصے پیدا شد در خف و ستر ساق بالائے شتالنگ لغو است زیرا کہ فرضیت

غسل را بران موضع راہ نیست پس در حد ساتر موضع فرض گفتیم تا بر تمام قدم و اعضاء ساتر
ساق دلالت کند و جورب از جامہ و نبات و مانند آن مے باشد و تنقیح آن ایجمی است کہ
نفوذ آب را منع نکند پس احتراز کردیم از آن و جرموق خفے است کہ بالائے خف پوشند
پس از آن نیز احتراز کردیم و چون در سائر افراد اختلافے کہ در میان مسلمین شائع بودہ است
چہ سلف و چہ خلف نظر کردیم امکان مشی در آن صفت لازم یافتیم و چون امکان مشی
متفاوت است بحسب لطافت خف و کثافت آن چنانکہ در نعال مے بینیم کہ در نعل
مترفین طاقت مشی بست کروہ دسی کردہ کہ اہل بدو میروند کجا پس قدر یکہ اہل رفاہت
از ان منفک نیستند اخذ کردیم پس این حد مترتب شد و خفے کہ از نمد سازند و اسفل
او را بچرم کثیف گرفتہ باشند حکم خف دارد واللہ اعلم بالصواب۔

ز شرف سید کونین
شد شریف حسین

الثقلین محمد تلطف حسین
خادم شریعت رسول

ہذا الجواب صحیح محمد عبد الستار
عفی عنہ مفتی مسجد شاہی لاہور

الجواب صحیح خاکسار اصغر علی روحی مدرسہ عربیہ اسلامیہ لاہور۔ الجواب صحیح
محمد عمر خاں عفی عنہ مدرس اسلامیہ کالج لاہور۔ ہذا الجواب صحیح والمجیب نجیح راقم
خادم العلماء الابرار محمد یار عفی عنہ امام و خطیب و مفتی و مسجد طلائی لاہور۔
کپڑے کی جراب جو چمڑے کی طرح موٹی نہ ہو اس پر مسح ناجائز ہے مفتی عبدالقادر
مدرس مدرسہ غوثیہ عالیہ مسجد سادھواں لاہور۔
المجیب مصیب احمد علی عفی عنہ خطیب مسجد شاہی لاہور و مدرس مدرسہ اسلامیہ۔

سرور الخاطر الفاتر

فی نداء

یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ

گوهر

از

مولانا سید احمد علی صاحب بٹالوی
رحمۃ اللہ علیہ

حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار، لاہور